جامعہ مدنیہ جدید کا ترجمان

علمی دینی اور اِصلاحی مجلہ

# انوارِ مدینہ
لاہور

اپریل
۲۰۱۶ء

بیاد

عالمِ ربانی محدثِ کبیر حضرة مولانا سید حامد میاں رحمہ اللہ

بانی جامعہ مدنیہ جدید

بسم اللہ الرحمن الرحیم


ماہنامہ

# انوار مدینہ

| شمارہ : ۴ | رجب المرجب ۱۴۳۷ھ / اپریل ۲۰۱۶ء | جلد : ۲۴ |
|---|---|---|



| سیّد مسعود میاں | سیّد محمود میاں |
|---|---|
| نائب مُدیر | مُدیر اعلیٰ |



**بدلِ اشتراک**

پاکستان فی پرچہ 25 روپے......سالانہ 300 روپے

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات.....سالانہ 50 ریال

بھارت، بنگلہ دیش ........... سالانہ 13 امریکی ڈالر

برطانیہ، اَفریقہ ................... سالانہ 13 ڈالر

اَمریکہ .................... سالانہ 16 ڈالر

جامعہ مدنیہ جدید کی ویب سائٹ اور اِی میل ایڈریس

www.jamiamadniajadeed.org

E-mail: jmj786_56@hotmail.com

**ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے**

''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور

اَکاؤنٹ نمبر اَنوارِ مدینہ 2-7914-100-020-0954

مسلم کمرشل بنک کریم پارک برانچ راوی روڈ لاہور (آن لائن)

رابطہ نمبر: 042-37726702,03334249302

جامعہ مدنیہ جدید (فیکس) : 042 - 35330311

خانقاہِ حامدیہ : 042 - 35330310

فون/فیکس : 042 - 37703662

موبائل : 0333 - 4249301

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع وناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر

دفتر ماہنامہ ''اَنوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

## اس شمارے میں



| | | |
|---|---|---|
| حرفِ آغاز | | ۴ |
| درسِ حدیث | حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ | ۷ |
| دورِ حاضر کے سیاسی اور اِقتصادی مسائل اور اِسلامی تعلیمات و اِشارات | حضرت اَقدس مولانا سیّد محمد میاں صاحبؒ | ۱۰ |
| اِسلام کیا ہے ؟ | حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانیؒ | ۲۰ |
| پیارے بچوں کے لیے قرآن کے پیارے قصے | حضرت مولانا شیخ مصطفٰی صاحب وہبہ | ۲۴ |
| چودھویں صدی کا شیخ الحدیث | حضرت مولانا محمد قاسم علی صاحب بجنوری | ۲۸ |
| کیا اِسلام کی اِشاعت میں جبر و اِکراہ کا دخل ہے ؟ | حضرت مولانا اِسرار الحق صاحب قاسمی | ۳۸ |
| گلدستۂ اَحادیث | حضرت مولانا نعیم الدین صاحب | ۵۸ |
| اَخبار الجامعہ | مولانا اِنعام اللہ صاحب | ۶۲ |



## مخیّر حضرات سے اَپیل

جامعہ مدنیہ جدید میں بحمد اللہ چار منزلہ دارُ الاقامہ (ہوسٹل) کی تعمیر شروع ہو چکی ہے پہلی منزل پر ڈھائی کروڑ روپے کی لاگت کا تخمینہ ہے، مخیّر حضرات کو اِس کارِ خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی دعوت دی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ (اِدارہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ !

حکومتی اِداروں کی کارگزاری اور اُن کا اپنے ملک کی رعایا کے ساتھ روّیہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے ہر حکومت ترقی کے نام پر چھوٹا موٹا کوئی اچھا اِقدام اپنے دورِ اِقتدار میں اگر اَنجام دے بھی دے تو اُس کو اِنقلابی اِقدام قرار دینے میں اَیڑی چوٹی کا زور لگا دیتی ہے اور اُس کی اِفادیت کو ایسے بڑھا چڑھا کر بیان کیا جاتا ہے کہ جیسے ہر گھر میں چار چاند اُتر آئے ہوں جبکہ دُوسری طرف ایسے بڑے بڑے اِداروں میں جن پر ملکی ترقی کا دار و مدار ہوتا ہے جوتوں میں دال بٹ رہی ہوتی ہے اور اُس کے اہلکار بدحال عوام کی بدحالی سے کھیل رہے ہوتے ہیں، حکمرانوں کی اپنے ہی کارناموں پر ''اپنے منہ میاں مٹھو'' کی رٹ اُن کو اصل کاموں کی طرف متوجہ ہونے کی فرصت ہی نہیں لینے دیتی نتیجتاً یہ اِدارے اپنی بدعنوانیوں میں مزید شیر ہو جاتے ہیں۔

۲۵ / مارچ کی بات ہے کہ جامعہ کے ناظم صاحب نے مجھے بتلایا کہ مسجد حامد اور جامعہ جدید کے بجلی کے بل اِس بار بہت بڑے بڑے آئے ہیں صرف مسجد حامد کے ایک میٹر کا بل دو لاکھ سینتالیس ہزار چھ سو چھبیس روپے ہے جبکہ جامعہ کا بل دو لاکھ اُٹھاون ہزار ایک سو تریسٹھ روپے ہے باقی میٹروں کے بل اِس کے علاوہ ہیں، اِس پر مزید دھمکی بھی درج ہے کہ اگر ۲۹ / مارچ تک مطلوبہ بل جمع نہ کرایا گیا تو اِس پر چونتیس ہزار ایک سو ستتر روپے مزید جرمانہ وصول کیا جائے گا بصورتِ دیگر بجلی کا میٹر کاٹ دیا جائے گا۔

مبلغ پانچ لاکھ پانچ ہزار سات سو نواسی روپے پر مشتمل ''بجلی بم'' نے جامعہ کی اِنتظامیہ کو ہلا کر رکھ دیا، دادرسی کے تمام دروازے اگرچہ بند ہیں مگر ایک دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا ہے اُسے کوئی بند نہیں کرسکتا ''فقراء'' اُسی کو جا کھٹکھٹاتے ہیں دُہائی دیتے ہیں اُس در کا مالک فقیر کو خالی ہاتھ نہیں لوٹاتا اِس ''اَن دیکھی اِمداد'' نے اِن مادّہ پرستوں کی نیندیں اُڑا رکھی ہیں اِدھر دین کے کاموں میں اِن کی پہاڑ جیسی رُکاوٹ اُدھر دل سے نکلی ہوئی آہوں کا سیلاب جب اِس سے ٹکراتا ہے تو یہ پہاڑ ریزہ ریزہ ہوکر بے توقیر ہوجاتا ہے۔ باری تعالیٰ کے اِرشاد کا مفہوم ہے :

''اور ہرگز مت خیال کر کہ اللہ بے خبر ہے اُن کاموں سے جو بے اِنصاف لوگ کرتے ہیں، اُن کو ڈھیل دے رکھی ہے اُس دن کے لیے کہ جس دن دہشت سے آنکھیں پتھرا جائیں گی، دوڑتے ہوں گے اپنے سر اُوپر اُٹھائے ہکا بکا ہوکر پلک بھی نہ جھپکے گی اور دل اُن کے اُڑے جاتے ہوں گے۔ اور ڈرا دے لوگوں کو اُس دن سے کہ آئے گا اُن پر عذاب تب کہیں گے ظالم اے ہمارے رب مہلت دے ہم کو تھوڑی مدت تک کہ ہم قبول کرلیں تیری دعوت اور پیروی کرلیں رسولوں کی، کیا تم پہلے قسمیں کھا کر دعوے نہ کرتے تھے کہ ہم کو زوال نہیں اور تم اُن لوگوں کی بستیوں میں آباد رہے جنہوں نے اپنے اُوپر ظلم کیا تھا اور تم پر یہ حقیقت کھل چکی تھی کہ ہم نے اُن کے ساتھ کیسا سلوک کیا اور ہم نے تم کو (نبیوں پر وحی کے ذریعہ) تمام قصے بتلا دیے تھے اور یہ اپنی تدبیر کرچکے اور اللہ کے پاس اُن کی تدبیر (کا بدلہ) ہے اگرچہ اُن کی مکاریاں ایسی تھیں کہ پہاڑ بھی ہل جائیں سو یہ خیال مت کرنا کہ اللہ (رسولوں سے کیے ہوئے) اپنے وعدے کے خلاف کرے گا بیشک اللہ زبردست ہے بدلہ لینے والا۔''[۱]

(سورۂ اِبراہیم آیت : ۴۲ تا ۴۷)

---

[۱] یہ آیات اگرچہ کفار کے حق میں ہیں مگر کفار کے طریقہ پر چلنے والوں کے لیے سوءِ خاتمہ کا اندیشہ زیادہ ہوتا ہے لہٰذا اِن سے عبرت پکڑنی چاہیے۔

کون نہیں جانتا کہ اللہ کی لاٹھی بے آواز ہوتی ہے یہ خدائی اِنتقام ہی تو ہے کہ ''فقیروں'' کے بجائے ''رئیسوں'' کے ہاتھ اُس نے کشکول دَھر دیا ہے ''اپنا در'' اُن پر بند کر کے ''دربدر'' کر دیا ! کیا کوئی کھلی آنکھ اِس حقیقت کا اِنکار کر سکتی ہے ؟ ؟ فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارْ

مسلمانوں کے ملک میں حکومت کا فرض ہے کہ وہ اِسلامی تعلیمات کے اِدارے قائم کرے مسلمانوں اور اُن کی آئندہ آنے والی نسلوں کو بِلا معاوضہ تعلیم دے۔مساجد میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جاتی ہے مدارس میں علومِ نبوی پڑھے پڑھائے جاتے ہیں یہ اسکول کالج کی طرح کے کاروباری اِدارے نہیں ہیں اِن سے بجلی ، پانی ، گیس ،فون کے بل لینا اور اِس کے علاوہ دیگر ٹیکس عائد کرنا بہت بڑا گناہ ہے کسی کافر ملک میں تو ایسی صورت ہو سکتی ہے مگر کسی بھی اِسلامی ملک میں اِس کا تصور بھی نہیں کیا جانا چاہیے مساجد اور مدارس جیسے مقدس اِداروں کو کلبوں ،سینما گھروں اور تھیٹروں کے درجہ میں لاکر وصولیاں کرنا گناہِ عظیم ہے جس سے حکمرانوں کو باز بھی آنا چاہیے اور توبہ بھی کرنی چاہیے۔

ماہانہ بلوں کی ترسیل کا عمل ہر سرکاری محکمہ میں بے قاعدگی کا شکار ہے تقریبًا چار پانچ ماہ سے جامعہ کے بل موصول نہیں ہو رہے تھے اور ہر ماہ جامعہ کا فرستادہ واپڈا کے دفتر جا کر توجہ بھی دلاتا اور بل طلب بھی کرتا مگر ہر بار واپڈا کے اہلکار ٹال دیتے اور اب آخر میں پانچ لاکھ پانچ ہزار سات سو نواسی روپے کا بل یک لخت دے مارا۔مزید برآں علاوہ دیگر تمام ٹیکسوں کے مساجد و مدارس کے ہر بل میں ٹیلی ویژن ٹیکس کے پینتیس روپے بھی وصول کیے جاتے ہیں جبکہ مساجد اور مدارس میں ٹی وی نہیں ہوتا۔

مولای صلِ وسلم دائماً ابداً — درسِ حدیث — علیٰ حبیبک خیر الخلق کلھم

حضرت اَقدس پیرومرشد مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ اِنتظام ماہنامہ ''اَنوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ حضرتِ اَقدسؒ کے اِس فیض کو تا قیامت جاری و مقبول فرمائے۔ (آمین)

## آقائے نامدار ﷺ کی دُنیا سے بے رغبتی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّابَعْدُ !

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ پر اِیمان لانے والوں میں سے بہت قدیم صحابی ہیں نہایت ذہین تھے علمی اِعتبار سے اِتنے بلند کہ خلفاءِ اَربعہ کے بعد اِن ہی کا مقام ہے یعنی حضرت اَبوبکر صدیق حضرت عمر فاروق حضرت عثمانِ غنی حضرت علی رضی اللہ عنہم کے بعد علمی اِعتبار سے اِبن مسعود رضی اللہ عنہ کا مقام ہے۔

آپ ہی کی ذاتِ گرامی پر فقۂ حنفی کا دار و مدار ہے یا پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وحضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فتاویٰ اور قضایا ہیں، یہ تینوں ذاتیں ایسی ہیں جن پر مذہبِ حنفی کا اِنحصار ہے۔ آپ آنحضرت ﷺ کے بہت بڑے فداکار اور جان نثار تھے، آنحضرت ﷺ کو بھی آپ سے بہت محبت تھی آپ قرآنِ پاک پڑھنے میں حضور اَکرم ﷺ سے بہت مشابہت رکھتے تھے ایک دفعہ حضور ﷺ نے قرآنِ پاک پڑھنے کا حکم دیا تو عرض کیا آپ پر ہی تو قرآن نازل ہوا ہے آپ ہی کو میں پڑھ کر سناؤں ؟ گویا سنانے کی ہمت نہ ہوئی، آپ نے اِرشاد فرمایا پڑھو میرا جی چاہتا

ہے کہ دُوسرے سے سُنوں (پڑھنے میں الگ لطف ہوتا ہے سننے میں الگ) آپ نے تلاوت شروع کی سورۂ نساء کا پاؤ سے کچھ زیادہ پڑھا، ایک آیت ﴿فَکَیْفَ اِذَا جِئْنَا﴾ پر پہنچے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا بس کافی ہے، آپ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا تو آقائے نامدار ﷺ کے آنسو جاری تھے۔ آپ کا آنحضرت ﷺ کے گھر بہت آنا جانا رہتا، حضور ﷺ نے آپ کو یہ علامت بتلادی تھی کہ جب پردہ اُٹھا ہوا دیکھو تو آسکتے ہو آواز دینے اِطلاع کرنے اور اِجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے آپ کی والدہ صاحبہ بھی حضور ﷺ کے مکان میں بہت آیا جایا کرتی تھیں۔

حضرت اَبوموسیٰ اَشعری رضی اللہ عنہ جب یمن سے آئے تو حضرت اِبن مسعود رضی اللہ عنہ کا حضور ﷺ کے مکان پر کثرت سے آنے جانے سے کافی دن یہی سمجھتے رہے کہ حضور اکرم ﷺ کے رشتہ دار ہیں۔ غرض حضور اکرم ﷺ کے بہت بڑے محبوب اور معتمد علیہ تھے، وہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ایک چٹائی پر آرام فرمارہے تھے جب بیدار ہوئے تو جسدِ اَطہر پر چٹائی کی بناوٹ کا اَثر تھا، بدن مبارک پر نشان پڑ گئے تھے، آپ کی طبیعت پر بڑا اَثر ہوا اور عرض کیا کہ حضور ہمیں حکم دیتے تاکہ جناب کے لیے عمدہ فرش بچھاتے، آقائے نامدار ﷺ نے اِرشاد فرمایا : مَالِیْ وَلِلدُّنْیَا [1] مجھے دُنیا سے کیا واسطہ، میری اور دُنیا کی مثال تو ایسی ہے جیسے کوئی سوار ہو اور سفر کر رہا ہو اور وہ کسی درخت کے سایہ تلے سُستا کر پھر چلا جائے اور درخت کو چھوڑ جائے۔

غور کیجیے ! اِس مثال میں بھی خاص لطافت ہے، وہ یہ کہ سوار آدمی چھوٹے سفر میں زیادہ سامان ساتھ نہیں لیتا، یہ اُس زمانہ کا بھی دستور تھا تو دُنیا کا سفر بھی گویا آپ ﷺ نے مختصر وقت کا بتلایا اور تشبیہ بھی سوار کے سفر سے دی یعنی آدمی اگر آخرت پر نظر رکھے تو بہت ہی کم سامان کافی ہو سکتا ہے۔

### دُنیا گزارے کی جگہ ہے محبت کی نہیں :

آقائے نامدار ﷺ نے مختلف موقعوں پر مختلف مثالوں سے یہ سمجھایا ہے کہ دُنیا محبت کے

---

[1] مشکوۃ شریف کتاب الرقاق رقم الحدیث ۵۱۸۸

قابل نہیں آدمی اِس کی محبت دل میں نہ رکھے، دُنیا کو کسی طرح بھی وقعت نہ دی جائے، یہ رہنے کے لیے نہیں چھوڑنے کے لیے ہے، اِس سے جتنا کم تعلق ہوگا اُتنی راحتیں زیادہ ہوں گی اور جس قدر گہرا تعلق ہوگا اُتنی تکلیفیں زیادہ ہوں گی، دُنیا سے محبت جس قدر کم ہوگی اُسی قدر دیانتداری، سخاوت اور دُوسری اچھی صفات کی کثرت ہوگی، جب دل حبِ دُنیا اور طلبِ مال سے پُر ہوتا ہے تو دین کا اِہتمام نہیں ہوسکتا۔

اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو اپنی اور اپنے رسول علیہ السلام کی محبت سے لبریز کرے، دُنیا کی محبت سے حفاظت میں رکھے، آمین۔ (بحوالہ ہفت روزہ خدام الدین لاہور ۲ر فروری ۱۹۶۸ء)

## ﴿ اِنتقالِ پُر ملال ﴾

۱۱ر مارچ کو جامعہ اَشرفیہ لاہور کے مہتمم حضرت مولانا محمد عبیداللہ صاحب رحمہ اللہ طویل علالت کے بعد لاہور میں اِنتقال فرماگئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ. اللہ تعالیٰ حضرتؒ کی دینی اور علمی خدمات کو قبول فرمائے اور جنت الفردوس میں اَعلیٰ مقام نصیب فرمائے اور اُن کے لواحقین کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہِ حامدیہ میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے لیے اِیصالِ ثواب اور دُعائے مغفرت کرائی گئی اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین۔

علمی مضامین سلسلہ نمبر۱۰ (قسط:۴)

''خانقاہِ حامدیہ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے محدث، فقیہ، مؤرخ، مجاہد فی سبیل اللہ، مؤلف کتب کثیرہ شیخ الحدیث حضرت اَقدس مولانا سیّد محمد میاں صاحب رحمة اللہ علیہ کے بعض اہم مضامین جو تا حال طبع نہیں ہو سکے اُنہیں سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جبکہ اُن کی نوع بنوع خصوصیات اِس بات کی متقاضی ہیں کہ اِفادۂ عام کی خاطر اُن کو شائع کر دیا جائے۔ اِسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اَخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

# دورِ حاضر کے سیاسی اور اِقتصادی مسائل

# اور

# اِسلامی تعلیمات و اِشارات

﴿ حضرت اَقدس مولانا سیّد محمد میاں صاحبؒ ﴾

## قومی مصارف اور ذرائع آمدنی......کتاب اللہ کے اِشارات :

قرآنِ حکیم کا یہ کمال ہے کہ اُس نے جہاں صَرف (خرچ) کا کوئی مَد بیان کیا ہے تو ساتھ ہی اُس کی آمدنی کی طرف بھی اِشارہ کر دیا ہے چند مثالیں پیش کی جارہی ہیں :

### نیکی :

(۱) دُنیا کے ہر ایک مذہب کا دعوی یہ ہے کہ وہ اپنے ماننے والوں کو نیک بنانا چاہتا ہے

قرآنِ حکیم نیکی کی تعریف اِس طرح کرتا ہے کہ مالی نظام کے اُس حصہ کو جو فرد کی معیشت اور معاشرت سے تعلق رکھتا ہے اُس کو بھی وہ نیکی کا ضروری باب گردانتا ہے کہ جب تک اُس پر عمل نہ ہو لفظِ ''نیکی'' بے معنٰی ہے اور کوئی فرد خواہ کتنا عبادت گزار ہو کتنا ہی شب بیدار ہو مسلسل روزوں پر روزے رکھتا ہو رات دن تسبیح جپتا ہو، جب تک نیکی کے اِس باب کو عمل میں نہیں لائے گا وہ صالح اور نیک نہیں ہوگا۔

سورۂ بقرہ آیت نمبر ۱۷۷ کا خلاصہ یہ ہے :

''نیکی اور بھلائی یہ نہیں ہے کہ (عبادت کے وقت) اپنا منہ پورب کی طرف پھیر لو یا پچھّم کی طرف (اور ظاہری رسوم کی پابندی کرو) نیکی یہ ہے کہ اپنی اِصلاح اور شخصیت کی تعمیر اِس طرح کرو :

(الف) اللہ پر، آخرت کے دن پر، فرشتوں پر، آسمانی کتابوں پر، خدا کے تمام نبیوں پر تمہارا اِیمان ہو (عقیدہ صحیح ہو جو بنیادی شرط ہے)۔

(ب) اور اُس وقت جبکہ (اپنی اور اپنے اہل و عیال کی ضرورتیں موجود ہوں، اُن کی ذمہ داریاں تم پر لازم ہوں جن کے پورا کرنے کے لیے خود تمہیں) مال محبوب ہو، تم یہ محبوب مال رشتہ داروں یتیموں مسکینوں مسافروں کی اِمداد سائلوں کا سوال پورا کرنے اور گردنوں کو چھڑانے میں خرچ کرو۔

(ج) پورے آداب و شرائط کے ساتھ نماز قائم کرو۔

(د) زکوۃ اَدا کرو۔

(ر) اپنی بات کے پکے رہو، جب قول و اِقرار کرلو تو اُس کو پورا کرو۔

(ھ) اور تنگی اور مصیبت کی گھڑی ہو یا خوف و ہراس کا وقت، ہر حال میں صبر (ضبط و تحمل اور اِستقلال) سے کام لو، یہی ہیں جو نیکی کی راہ میں سچے ہیں اور یہی ہیں متقی اور پرہیز گار۔''

اِس آیت میں خرچ کی دو مدیں بیان کی گئی ہیں :

(۱) ضرورت مندوں کی اِمداد، وہ بالغ ہوں یا نا بالغ (یتیم) رشتہ دار ہوں یا اَجنبی، مسافر (وطن یا غیر وطن کے) یا سائل۔

(۲) گردن چھڑانا یعنی غلام آزاد کرنا یا مقروض کا قرض اَدا کرنا۔

خرچ کی طرح آمدنی کی بھی دو مدیں بیان فرمائی گئی ہیں :

(۱) زکوة (۲) عطیہ

زکوة کی رقم ضرورت مندوں پر خرچ کی جائے گی اَلبتہ ایسے رشتہ دار جن کا نفقہ زکوة دینے والے پر واجب ہوتا ہے (مثلاً اَولاد یا ماں باپ) اِن کو زکوة کی رقم نہیں دی جائے گی، میاں بیوی بھی ایک دُوسرے کو زکوة نہیں دے سکتے (مفتٰی بہ)

زکوة کی رقم کسی بتادلہ میں نہیں دی جاسکتی لہٰذا آزاد کرنے کے لیے جو غلام خریدا جائے گا اُس کی قیمت اپنے پاس سے دینی ہوگی جس کو ہم نے عطیہ کہا ہے اَلبتہ اِس سے اِسلام کا مزاج معلوم ہوگیا اُس کی نظر میں گردن چھڑانے کو وہ اہمیت حاصل ہے کہ اِس کو نیکی کے مفہوم میں داخل اور خرچ کی ضروری مَدات میں شامل کیا گیا ہے۔

اِن مَدات کے لیے ضروری نہیں ہے کہ نظامِ حکومت کو واسطہ بنایا جائے، اگر مسلمانوں کی حکومت نہ ہو یا مسلمانوں کی حکومت مطالبہ نہ کرے تب بھی نیک کردار ہونے کے لیے ضروری ہے کہ اِن مَدات پر خرچ کیا جائے یعنی جس طرح نماز روزہ یا خود اپنے اہل و عیال کا نفقہ ہر مسلمان پر ہر حال میں فرض ہے خواہ وہ دارُ الاسلام میں ہو یا کسی غیر مسلم حکومت کے ماتحت زندگی گزارتا ہو ایسے ہی خرچ کے یہ مَدات بھی مسلمانوں کے لیے لازمی فرائض میں داخل ہیں۔

دُوسری ضرورتیں اور مَداتِ آمدنی :

غریبوں کا پیٹ بھر دینے، ضرورت مندوں کی ذاتی اور شخصی ضرورتیں پوری کر دینے، غلاموں کی گردن چھڑا دینے یا مقروضوں کا قرض اَدا کرنے سے ترقی پذیر قوم و ملت کی تمام ضرورتیں پوری نہیں ہو جاتیں۔

اُمتِ اسلامیہ جس کا فرض منصبی یہ ہے کہ (حق و صداقت کی علمبردار بن کر پوری دُنیا کو اِس حقیقت کا مشاہدہ کرائے کہ وہ دستورِ اَساسی اور کانسٹی ٹیوشن یا مینی فسٹو جس کو ''کلمۃ اللّٰہ'' کہنا چاہیے، صرف اُسی کو یہ حق حاصل ہے کہ سب سے بلند و بالا رہے) وہ اپنے اِس نصب العین میں کامیاب نہیں ہوسکتی جب تک رُوحانی عظمت و اِحترام، اَخلاقی اَقدار و برتری کے ساتھ مادّی ترقیات میں بھی اِس کا قدم سب سے آگے اور اِتنا آگے ہو کہ دُوسرے قدم وہاں تک پہنچتے پہنچتے تھک جائیں۔

اَفراد کی ہیئتِ اِجتماعی کا نام ''ملت'' ہے۔ یہ ہیئتِ اِجتماعی ترقی کے قطب مینار پر اُسی وقت پہنچ سکتی ہے جبکہ اُس کے اَفراد کی غالب اکثریت ترقی کے تمام زینے طے کر چکی ہو، اگر مسلمان اِرشادِ ربانی ﴿وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ﴾ کے مضمرات کو اپنا جذبہ عمل بنالیں تو لامحالہ اُن کی تعلیم کا میدان دُوسری قوموں کے تعلیمی میدانوں سے بہت زیادہ وسیع ہوگا اور اِس بنا پر اُن کے تعلیمی مصارف بھی دُوسری قوموں کے مقابلہ پر بہت زیادہ ہوں گے۔

اِس اِجمال کی تفصیل یہ ہے کہ مسلمانوں کی تعلیم کے لیے صرف وہ اسکول، کالج اور یونیورسٹیاں کافی نہیں ہوں گی جن میں عصری تعلیم، سائنس، کیمسٹری، فلسفہ، طبعیات، فلکیات یا ڈیفنس اور دفاعی وجنگی فنون کی تعلیم دی جاتی ہو اور اِن کا ماہر بنایا جاتا ہو بلکہ اُن کو ایسی درسگاہوں، تربیت گاہوں اور ایسے دارُالعلوموں کی بھی ضرورت اور اُتنی ہی شدید اور بنیادی ضرورت ہوگی جہاں مذہبی تعلیم اور اَخلاق اور رُوحانیت کی تربیت اور تکمیل ہوسکے تاکہ مسلمان نوجوانوں کا طبقہ جس طرح عصری علوم اور فنونِ جدید کا ماہر ہو وہ خدا شناسی، حقیقت شناسی، اور اَعلیٰ اَخلاق و کردار کا بھی ایسا کامل نمونہ ہو کہ وہ ﴿شُھَدَاءُ عَلَی النَّاسِ﴾ بن سکے اور خداوندِ عالم کی حجت پوری ہوسکے۔ بالفاظِ دیگر اگر کمیونسٹ رُوس کے بجٹ کا ساٹھ فیصدی تعلیم پر صَرف ہوتا ہے تو خلافتِ اِسلامیہ کو اپنے بجٹ کا اَسی فیصد تعلیم کے لیے مخصوص کرنا پڑے گا تاکہ دُنیاوی تعلیم کے ساتھ دینی تعلیم بھی ہوسکے اور دُنیا اِمام غزالی اِبن رُشد اور رازی جیسے ائمہ علوم وفنون کے فیوض و برکات سے بہرہ یاب ہوسکے۔

یہ کتنی رقم ہوگی، کہاں سے فراہم ہوگی ؟ قرآنِ حکیم اِس کا جواب دینے سے پہلے یہ تحقیق کرتا ہے کہ

یہ ضرورت کس کی ہے ؟ ضرورت مند کون ہے ؟

تعلیم و تربیت اور ترقی، فرد کی ضرورت ہے یا اللہ تعالیٰ کی ؟

بعنوانِ دیگر فرد کی ضرورت ہے یا حکومت کی ؟

اپنی اور اپنی اَولاد کی ترقی کی ضرورت بڑے سے بڑے دولت مند اَمیر کبیر کو بھی ایسی ہے جیسے معمولی آدمی کو، اِس ضرورت کے لحاظ سے اَمیر کبیر اور بڑے سے بڑا دولت مند بھی حاجت مند اور قرآنِ حکیم کے الفاظ میں ''فقیر'' ہے۔

تعلیمی ضرورتوں کے علاوہ اور بھی ضرورتیں ہیں جن کا تعلق پوری قوم کی تعمیر و ترقی سے ہے مثلاً سڑکیں، نہریں، پُل، مسافر خانے اور ترقی پذیر دور کے لحاظ سے ذرائع مواصلات و مرسلات (ڈاک، تار، بحری اور ہوائی سروسیں وغیرہ) مگر یہ تمام ضرورتیں خود قوم کی ضرورتیں ہیں خدا کی ضرورتیں نہیں ہیں اللہ تعالیٰ کا اِحسان یہ ہے کہ وہ اِن مَدات پر خرچ کرنے کی ہدایت کرتا ہے اور اِن تمام رقوم کو جو اِن مدات کے لیے عطا کی جائیں اپنے ذمہ قرض مان لیتا ہے اور اِس مدد کو خود اپنی مدد قرار دیتا ہے اور بڑی پختگی سے وعدہ فرماتا ہے۔

﴿ وَلَیَنْصُرَنَّ اللّٰہُ مَنْ یَّنْصُرُہٗ ط اِنَّ اللّٰہَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ ﴾ (سُورۂ حج آیت :۴۰)

''یہ یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ ضرور مدد کرے گا اُن کی جو اللہ کی مدد کرتے ہیں، بے شک اللہ تعالیٰ قوت رکھنے والا سب پر غالب ہے۔''

اِن وسیع اور ہمہ گیر ضرورتوں کو سامنے رکھیے پھر سورۂ محمد (ﷺ) کی آخری آیتوں کا مطالعہ کیجیے اِن آیتوں کے مفہوم اور منشاء پر غور کرتے ہوئے جیسے جیسے صَرف کی مَدات آپ کے سامنے آئیں گی مَدات کی آمد کا سراغ بھی مِل جائے گا۔ آیات کا مضمون یہ ہے :

''(اللہ تعالیٰ اہلِ ثروت کو خطاب فرمارہے ہیں) دیکھو دیکھو، تم ہی کو خاص تم ہی کو دعوت دی جارہی ہے کہ راہِ خدا میں خرچ کرو، پھر تم میں سے کچھ وہ ہیں جو (خرچ نہیں کرتے) بخل کرتے ہیں یاد رکھو جو بخل کرتا ہے وہ خدا سے نہیں خود اپنے آپ سے بخل کرتا ہے اللہ تعالیٰ کو کوئی ضرورت نہیں ہے وہ بے نیاز ہے (یہ تعلیمی تعمیری ترقیاتی اور دفاعی ضرورتیں خود تمہاری ضرورتیں ہیں جن کی بناء پر تم اگر دولت مند ہو تب بھی) فقیر اور حاجت مند ہو، اِس حقیقت کو سمجھو اور پورے حوصلہ سے خرچ کرو، (اور اگر خرچ سے) منہ موڑتے ہو (تو یقین رکھو تباہی اور بربادی تمہارا اِنتظار کررہی ہے، مگر برباد تم خود ہو گے خداوندِ عالم کی ذات باقی اور بے نیاز ہے اُسے کبھی کوئی زوال نہیں آسکتا، تم فنا ہو جاؤ گے) تو اللہ تعالیٰ کسی دُوسری قوم کو تمہارا بدل کردے گا، وہ تم جیسے نہیں ہوں گے۔'' (سورۂ محمد آیت : ۳۸)

## تناسب :

سالانہ بچت کا ڈھائی فیصدی جس کو ''زکوۃ'' کہا جاتا ہے وہ فقیروں یتیموں بیواؤں اور مسکینوں کا مخصوص حصہ ہے اِس میں سے اُن تعمیری اور تعلیمی مَدات پر خرچ نہیں کیا جائے گا، اِن مدات کے لیے اَصحابِ حیثیت کو اور رقم فراہم کرنی ہوگی، اِس کا تناسب کیا ہو ؟ یہ تناسب ضرورتوں کا لحاظ کرتے ہوئے خود اہلِ ثروت طے کریں یا وہ معتمد یا اہل الرائے طے کریں جو عہدِ نبوی (علی صاحبہا الصلٰوۃ والسلام) کے عرفاء [1] کی طرح اپنے قبیلے یا اپنی آبادی کی نمائندگی کرتے ہوں، خرچ کرنے والوں اور بخل کرنے والوں کو قید و بند اور ضبطی جائیداد جیسی کسی قانونی سزا کی دھمکی نہیں دی گئی، اَلبتہ نتیجے سے آگاہ کردیا گیا ہے وہی دھمکی ہے، تنبیہ کردی گئی ہے کہ بخل کا نتیجہ خود اُن کے اپنے حق میں بخل ہوگا، اِس سے زیادہ کیا بخل ہوسکتا ہے کہ اِنسان خود اپنے ہاتھوں اپنا مستقبل خراب کرلے اور چند ٹکے بچانے کی خاطر عام تباہی اور بربادی مول لے لے۔ یہی تنبیہ اور آگاہی دُوسرے موقع پر مختصر اَنداز میں دی گئی ہے :

---

[1] چوہدریوں

''راہِ خدا میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔'' [۱]

**حکومتِ اِسلامیہ، پوری دُنیا کی قیادت :**

ممکن ہے اِس کو دراز نفسی سمجھا جائے مگر حقیقت یہی ہے کہ قرآنِ حکیم نے اُمتِ اِسلامیہ کے جو فرائض تجویز کیے ہیں مسلمان اُن سے اُسی وقت عہدہ برا ہو سکتے ہیں جب پوری دُنیا کی قیادت اور بین الاقوامی لیڈر شپ مسلمانوں کے ہاتھ میں ہو اِسی لیے قرآنِ حکیم نے صرف اِتنی طاقت کو کافی نہیں سمجھا جو مُلک کی حفاظت کر سکے بلکہ حکم یہ ہے :

''جہاں تک تمہارے بس میں ہے قوت پیدا کر کے اور گھوڑے تیار رکھ کر دُشمنوں کے مقابلہ کے لیے ایسا ساز و سامان مہیا کیے رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے دُشمنوں اور خود اپنے دُشمنوں پر اپنی دھاک بٹھائے رکھو، نیز اُن لوگوں کے سوا اَوروں پر بھی جن کی تمہیں خبر نہیں، اللہ اُنہیں جانتا ہے۔'' ( سورۂ اَنفال آیت : ۵۹ )

تمام دُنیا کی قیادت مسلمانوں کے لیے اَجنبی بات نہیں ہے، کم و بیش ایک ہزار سال تک مسلمانوں کو یہ منصب حاصل رہا ہے ساتویں صدی ہجری ( تیرھویں صدی عیسوی ) میں مشہور موٴرخ اِبن خلدون نے تنبیہ کی تھی کہ پرتگیز بھی اپنی طاقت بڑھا رہے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ مسلمانوں کے مقابلہ پر آجائیں۔ (مقدمہ اِبن خلدون ص ۲۵۲ قیادۃ الاساطیل )

**دفاعی مصارف اور ذرائع آمدنی :**

بہر حال تمام دُنیا کی قیادتِ عامہ سنبھالنے کے لیے جس طاقت کی بھی ضرورت ہے اُس کے لیے دولت کہاں سے آئے گی ؟ کسی خوش فہم کو مطمئن نہ ہونا چاہیے کہ ترقیاتی منصوبوں یا دفاعی اِستحکام کے مصارف ملک کے غیر مسلم باشندوں سے وصول کیے جائیں گے قرآنِ حکیم اِس نا اَنصافی کی اِجازت نہیں دیتا، قرآنِ حکیم خصوصیت سے مسلمانوں کو مخاطب کر کے ہدایت دے رہا ہے :

---

[۱] سورۂ بقرہ آیت : ۱۹۵

''مسلمانو ! تمہیں کیا ہوگیا ہے جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں قدم اُٹھاؤ تو تمہارے پاؤں بوجھل ہو کر زمین پکڑ لیتے ہیں، کیا آخرت چھوڑ کر صرف دُنیا کی زندگی پر ریجھ گئے ہو (اگر ایسا ہی ہے) تو (یاد رکھو) دُنیاوی زندگی کی پونجی آخرت کے مقابلہ میں اگر کچھ وجود رکھتی ہے تو وہ بہت ہی تھوڑا ہے (نفی کے برابر) (اور دیکھو) اگر تم قدم نہیں اُٹھاتے تو یاد رکھو وہ تمہیں ایک ایسے عذاب میں ڈال دے گا جو دردناک ہوگا اور تمہاری جگہ کسی دُوسرے گروہ کو لا کر کھڑا کر دے گا اور تم اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے، اپنا ہی نقصان کرو گے۔ (سورۂ توبہ آیت: ۳۸، ۳۹)

پھر اِرشاد ہے :

''نکل کھڑے ہو (قدم بڑھاؤ) ہلکے ہو یا بوجھل، اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے، یہی تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم میں سمجھ ہے۔''[۱]

یعنی صرف جانیں قربان کرنا نہیں بلکہ مال قربان کرنا بھی مسلمانوں پر فرض ہے اور ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ عقیدہ رکھے کہ جو کچھ اُس کے پاس ہے وہ اُس کا نہیں ہے اللہ تعالیٰ کا ہے کیونکہ

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے خرید لی ہیں مسلمانوں سے اُن کی جانیں اور اُن کے مال اِس قیمت پر کہ اُن کے لیے جنت ہے وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں پس مارتے بھی ہیں اور مرتے بھی ہیں۔'' (سورۂ توبہ آیت نمبر : ۱۱۱)

جب مسلمان کا مال خدا کا مال ہے تو اگر دفاعی اور جنگی اِستحکام کے لیے پورا مال خرچ کرنے کی ضرورت ہوئی تو مسلمان پر فرض ہوگا کہ پورا مال خرچ کر دے۔

'' اے پیغمبر ! تم سے پوچھتے ہیں کیا خرچ کریں ؟ آپ کہہ دیجیے جو اَفزود[۲] ہو'' [۳]

اِس کی وضاحت یہ ہے :

---

[۱] سورۂ توبہ آیت : ۴۱ [۲] ضرورت سے زائد ہو۔ [۳] سورۂ بقرہ آیت : ۲۱۹

''مسلمانوں سے کہہ دو کہ تمہارے باپ ،تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں، تمہاری برادری، تمہارا مال جو تم نے کمایا ہے، تمہاری تجارت جس میں گھاٹا پڑ جانے سے ڈرتے ہو، تمہارے رہنے کے مکانات جو تمہیں اِس قدر پسند ہیں، اگر یہ ساری چیزیں تمہیں اللہ سے اور اُس کے رسول سے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیاری ہیں تو اِنتظار کرو یہاں تک کہ جو کچھ خدا کو کرنا ہے وہ تمہارے سامنے لے آئے اور اللہ راہ نہیں دیتا فاسقوں (نافرمان لوگوں) کو۔'' (سورۂ توبہ : ۲۴)

بہرحال ایک طرف مسلمانوں کو یہ حکم ہے کہ :

''جب تمام ہو چکے نماز تو پھیل پڑو زمین میں اور ڈھونڈو فضل اللہ کا اور یاد کرو اللہ کو بہت سا اور توقع رکھو کہ تم کامیاب ہو گے۔'' (سورۂ جمعہ آیت : ۱۰)

یعنی فریضہ نماز اپنے وقت پر اَدا کرو پھر کاروبار میں مصروف ہو کر منافع حاصل کرو، دُوسری طرف یہ ہدایت ہے کہ جو کچھ منافع حاصل کرو اُس کو اللہ کا فضل و اِنعام سمجھو اور یقین رکھو کہ جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ملّت کا ہے اور جب بھی ضرورت پیش آئے اُس کو قربان کر دو۔ تو جس ملّت کا یہ دستور العمل ہوگا تو کیا کبھی اُس کا کوئی منصوبہ کسی دُوسرے کا دست نگر رہ سکے گا ؟

بہرحال مذکورہ بالا آیات نے جس طرح ترقیاتی منصوبوں اور غیر معمولی دفاعی اِستحکام کی ہدایت کی، ساتھ ساتھ ذرائع آمد کی وضاحت بھی کر دی اور یہ بھی واضح کر دیا کہ تمام مصارف کی فراہمی مسلمانوں کے ذمہ ہے وہ خود اپنی آمدنی سے یہ مصارف فراہم کریں گے۔

## اَقلیتوں پر بوجھ نہیں ڈالا گیا :

قرآنِ حکیم نے اِن مصارف کے بارے میں کوئی مطالبہ کسی غیر مسلم سے نہیں کیا، بے شک غیر مسلموں سے جزیہ لیا جائے گا مگر اُس کی حیثیت حفاظتی ٹیکس کی ہے اور اُس کی مقدار بھی اِتنی ہی ہوتی ہے کہ صرف حفاظتی ضرورتوں (مثلاً پولیس) کے لیے کافی ہو سکے۔

اِسلامی حکومت اگر صحیح اُصولوں پر کارفرما ہو تو اُس کو بجا طور پر فخر کرنے کا حق ہوگا، وہ غیر مسلموں کو شہری حقوق مسلمانوں کے برابر بلکہ بعض صورتوں میں مسلمانوں سے زیادہ حقوق دیتی ہے مثلاً مسلمان شراب کا کوئی دھندا نہیں کرسکتا نہ کشید کرسکتا ہے نہ اُس کو خرید یا فروخت کرسکتا ہے اِسی طرح مسلمان خنزیر اور بعض ائمہ کے نزدیک ہاتھی کی تجارت بھی نہیں کرسکتا مگر غیر مسلموں کو اِن کے کاروبار کی اِجازت ہوتی ہے، ہدایت صرف یہ ہوتی ہے کہ برسرِ عام نہ ہو۔ شہری حقوق میں اِس فراخ حوصلگی کے کے باوجود اُن پر نہ دفاعی اور جنگی ذمہ داری ہے نہ ترقیاتی منصوبوں کے مطالبات اُن پر لازم ہوتے ہیں اَلبتہ کسی غیر مسلم قوم نے جب مسلمانوں کی قیادت تسلیم کی تھی اُس وقت کوئی ایسا معاہدہ کیا تھا جس کی بناء پر دفاع میں شرکت کی ذمہ داری اُن پر لازم آتی ہے تو مسلمانوں پر فرض ہوگا کہ وہ معاہدہ کی ہر دفعہ کی پوری پوری پابندی کریں۔

﴿وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ج اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا﴾ (سُورۂ بنی اسرائیل : ۳۴)

''عہد پورا کرو عہد کے بارے میں تم سے باز پرس کی جائے گی۔''

خلفائے راشدین کی وصیتیں دُنیا کے سامنے موجود ہیں وہ وفات کے وقت بھی تاکید کیا کرتے تھے کہ جن (غیر مسلم اَقلیتوں) سے معاہدہ ہوا ہے وہ اللہ اور اُس کے رسول کی پناہ میں ہیں اِس پناہ میں کوئی رخنہ نہ آئے۔ (جاری ہے)


ماہنامہ اَنوار مدینہ لاہور میں اِشتہار دے کر آپ اپنے کاروبار کی تشہیر

اور دینی اِدارہ کا تعاون ایک ساتھ کرسکتے ہیں !

نرخ نامہ

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| بیرون ٹائٹل مکمل صفحہ | 2000 | | اَندرون رسالہ مکمل صفحہ | 1000 |
| اَندرون ٹائٹل مکمل صفحہ | 1500 | | اَندرون رسالہ نصف صفحہ | 500 |

قسط:۲۸، آخری

# اِسلام کیا ہے ؟

﴿ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی رحمۃ اللہ علیہ ﴾

## خاص وقتوں کی خاص دُعائیں

حضور ﷺ نے بہت سی دُعائیں خاص وقتوں اور خاص موقعوں کے لیے بھی تعلیم فرمائی ہیں اُن میں سے چند جو روزمرہ کی ہیں یہاں درج کی جاتی ہیں خدا توفیق دے تو اِن کو یاد کر کے موقع پر پڑھنے کی عادت ڈال لینی چاہیے۔

(۱) جب صبح ہو تو کہے :

اَللّٰھُمَّ بِکَ اَصْبَحْنَا وَبِکَ اَمْسَیْنَا وَبِکَ نَحْیٰ وَبِکَ نَمُوْتُ وَاِلَیْکَ الْمَصِیْرُ.

''اے اللہ ! تیرے حکم سے ہم نے صبح کی اور تیرے حکم سے شام کی اور تیرے حکم سے زندہ ہیں اور تیرے حکم سے مریں گے اور تیری ہی طرف لوٹنا ہے۔''

(۲) اِسی طرح جب شام ہو تو کہے :

اَللّٰھُمَّ بِکَ اَمْسَیْنَا وَبِکَ اَصْبَحْنَا وَبِکَ نَحْیٰ وَبِکَ نَمُوْتُ وَاِلَیْکَ النُّشُوْرُ.

''اے اللہ ! تیرے حکم سے ہم نے شام کی اور تیرے حکم سے صبح کی اور تیرے حکم سے ہم جیتے ہیں اور تیرے حکم سے مریں گے اور پھر تیری ہی طرف اُٹھ کر جانا ہے۔''

(۳) جب سونے کے اِرادے سے بستر پر لیٹ جائے تو کہے :

اَللّٰھُمَّ بِاسْمِکَ اَمُوْتُ وَاَحْیٰ.

''اے اللہ ! میں تیرے نام کے ساتھ مرنا اور جینا چاہتا ہوں۔''

(۴) جب سو کر بیدار ہو تو کہے :

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانِیْ بَعْدَ مَا اَمَاتَنِیْ وَاِلَیْہِ النُّشُوْرُ.

''شکر اللہ کا جس نے مجھے موت کے بعد زندہ کیا اور اُسی کی طرف اُٹھ کر جانا ہے۔''

(۵) جب قضائے حاجت کے لیے بیت الخلاء جائے تو کہے :

بِسْمِ اللّٰہِ . اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَآئِثِ.

''اللہ کے نام سے، اے اللہ ! میں تیری پناہ لیتا ہوں خبیثوں سے اور خبیثوں سے۔''

(۶) پھر جب حاجت سے فارغ ہو کر نکلے تو کہے :

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَذْھَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ.

''شکر اُس اللہ کا جس نے دُور کردی مجھ سے گندگی اور مجھے عافیت دی۔''

(۷) پھر وضو کرے تو شروع میں بسم اللہ پڑھے اور وضو کے درمیان یہ دُعا پڑھتا رہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ وَوَسِّعْ لِیْ فِیْ دَارِیْ وَبَارِکْ لِیْ فِیْ رِزْقِیْ.

''اے اللہ ! میرے گناہ بخش دے اور میرے لیے میرے گھر میں وسعت دے اور میری روزی میں برکت دے۔''

(۸) وضو سے فارغ ہو تو کہے :

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ.

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ.

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اُس کا کوئی شریک نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اُس کے بندے اور اُس کے رسول ہیں، اے اللہ ! مجھے کردے توبہ کرنے والوں اور پاک رہنے والوں میں سے۔''

(۹) پھر جب مسجد جائے تو داخلے کے وقت پہلے دایاں پاؤں اَندر رکھے اور کہے :

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ.

''اے اللہ ! مجھے بخش دے اور میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔''

(۱۰) جب کھانا شروع کرے تو کہے : بِسْمِ اللّٰہِ وَعَلٰی بَرَکَۃِ اللّٰہِ.

''شروع اللہ کے نام سے اور اُس کی برکت کے ساتھ۔''

(۱۱) جب کھانے سے فارغ ہو تو کہے :

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ.

''شکر اللہ تعالیٰ کا جس نے ہم کو کھلایا اور پلایا اور ہم کو مسلمانوں میں کیا۔''

(۱۲) اگر کسی کے یہاں دعوت کا کھانا کھائے تو یہ بھی کہے :

اَللّٰھُمَّ اَطْعِمْ مَنْ اَطْعَمَنِیْ وَاسْقِ مَنْ سَقَانِیْ.

''اے اللہ ! جس نے مجھے کھلایا تو اُس کو کھلا اور جس نے مجھے پلایا تو اُس کو پلا۔''

(۱۳) جب سواری پر سوار ہو تو کہے :

سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ.

''پاک ہے وہ ذات جس نے اِس سواری کو ہمارے قابو میں کر دیا اور ہم خود اِس کو اپنے بس میں نہیں کر سکتے تھے، اور ایک دن ہم اپنے پرور دگار کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔''

(۱۴) اور جب سفر پر نکلے تو اللہ تعالیٰ سے دُعا کرے :

اَللّٰھُمَّ ھَوِّنْ عَلَیْنَا ھٰذَا السَّفَرَ وَ اَطْوِعَنَّا بُعْدَہٗ اَللّٰھُمَّ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَالْخَلِیْفَۃُ فِی الْاَھْلِ. اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ وَّعْثَآءِ السَّفَرِ وَ کَاٰبَۃِ الْمَنْظَرِ وَسُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِی الْمَالِ وَالْاَھْلِ وَالْوَلَدِ.

''اے اللہ ! ہمارے لیے اِس سفر کو آسان کر دے اور اِس کی دُوری کو مختصر کر دے اے اللہ! تو ہی سفر میں میرا ساتھی ہے اور میرے پیچھے تو ہی میرے گھر والوں کا دیکھنے والا ہے، اے اللہ! میں تیری پناہ پکڑتا ہوں سفر کی مشقت سے اور بُری حالت دیکھنے سے اور واپس آ کر بُری حالت پانے سے مال میں اور گھر میں اور بچوں میں۔''

(۱۵) اور جب سفر سے لوٹے تو کہے :

آئِبُوْنَ تَآئِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ.

''ہم سفر سے آنے والے ہیں توبہ کرنے والے ہیں عبادت کرنے والے ہیں اپنے رب کی حمد کرنے والے ہیں۔''

(۱۶) جب کسی دُوسرے کو رُخصت کرے تو کہے :

اَسْتَوْدِعُ اللّٰہَ دِیْنَکَ وَاَمَانَتَکَ وَخَوَاتِیْمَ اَعْمَالِکَ.

''میں اللہ کے سپرد کرتا ہوں تیرا دین اور تیری قابلِ حفاظت چیزیں اور تیرے اَعمال کے خاتمے۔''

(۱۷) جب کسی مصیبت زدہ کو دیکھے تو کہے :

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاکَ بِہٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلاً

''شکر ہے اللہ کا جس نے مجھے عافیت میں رکھا ہے اِس مصیبت سے جس میں تجھ کو مبتلا کیا ہے اور اپنی بہت سی مخلوق پر اُس نے مجھے فضیلت بخشی ہے (یہ سب اُسی کا کام ہے میرا کوئی کمال نہیں)۔''

(۱۸) جب کسی شہر میں داخل ہو تو کہے :

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْھَا.

''اے اللہ ! ہمارے لیے اِس شہر میں برکت دے اور اِس کو ہمارے واسطے مبارک کر۔''

(۱۹) جب کسی مجلس سے اُٹھے تو کہے :

سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ.

''اے اللہ ! میں تیری پاکی بیان کرتا ہوں اور تیری حمد کرتا ہوں، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، میں تجھ سے بخشش چاہتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں۔''

قسط : ۲۸، آخری

# قصص القرآن للاطفال

## پیارے بچوں کے لیے قرآن کے پیارے قصے

﴿ الشیخ مصطفٰی وہبہ، مترجم مفتی سیّد عبدالعظیم صاحب ترمذی ﴾

✲ ✲ ✲

## ﴿ ہاتھی والوں کا قصہ ﴾

اِرشادِ باری تعالیٰ ہے :

﴿ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحَابِ الْفِيْلِ o اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ o وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ o تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ o فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ﴾ (سُورۃ الفیل ۱ تا ۵)

''کیا تو نے نہ دیکھا کیسا کیا تیرے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ ؟ کیا نہیں کردیا اُن کا داؤ غلط اور بھیجے اُن پر اُڑتے جانور، ٹکڑیاں پھینکتے تھے اُن پر کنکر کی، پھر کر ڈالا اُن کو جیسے بھس کھایا ہوا۔''

اَبرہہ الشرم یمن کا حاکم تھا، حبشہ کے بادشاہ نے اِسے اپنا نائب مقرر کیا ہوا تھا، حبشہ کے بادشاہوں کا مذہب عیسائیت ہی تھا۔ وہ ایک متعصب عیسائی تھا وہ عیسائیت کے سوا دیگر مذاہب والوں سے شدید نفرت کرتا تھا۔ اہلِ یمن پر اِس کا پورا تسلط تھا، اِس کے باوجود یمن کے عرب باشندے حج کے دنوں میں بیت اللہ کی طرف رختِ سفر باندھتے اور وہاں پہنچتے۔ اَبرہہ پوچھا کرتا تھا کہ مکہ میں کون سا گھر ہے جس کی زیارت کے لیے عرب جاتے ہیں اور اُس کی وجہ سے دُور دراز کے طویل سفر کی مشقتیں بڑے صبر اور ہمت سے برداشت کرتے ہیں۔

اَبرہہ چاہتا تھا کہ کوئی شخص بیت اللہ کے متعلق اِسے معلومات فراہم کرے، اُس کے ایک مشیر نے اُسے بتایا کہ بیت اللہ کم اُونچائی والا عام گھر ہے، نہ تو اُس میں کوئی فن تعمیر کی کاریگری نظر آتی ہے اور نہ ہی وہ زیب و زینت سے آراستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے خلیل حضرت اِبراہیم علیہ السلام اور اُن کے بیٹے اِسماعیل علیہ السلام نے اُسے تعمیر کیا ہے اور وہ کعبہ بیت اللہ ہے اُس میں داخل ہونے والے مامون ہوجاتے ہیں، کوئی اُنہیں ضرر و نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اُس کے مشیروں نے اُسے بتلایا کہ ہر سال تمام مقامات سے لوگ مقررہ اَیام میں وہاں حاضر ہوتے ہیں۔

اَبرہہ سوچنے لگا کہ اگر لوگ مکہ معظّمہ جانے کی بجائے صنعاء (یمن کا شہر ہے) آئیں تو وہ صنعا میں اپنے ساتھ بڑی دولت لائیں گے جس سے صنعاء کو معاشی ترقی حاصل ہوگی لیکن لوگوں کو بیت اللہ سے کیسے روکا جائے کہ وہ مکہ کا سفر نہ کریں اور صنعا آنا شروع ہوجائیں، آخر کار وہ اِس نتیجہ پر پہنچا کہ وہ ایک بڑا عبادت خانہ صنعاء میں تعمیر کرے اور لوگ اِس کا حج کرنے کے لیے میدانی اور پہاڑی علاقوں سے آئیں، اپنے اِرادے کو حتمی شکل دینے کے لیے اُس نے عبادت خانہ کی تعمیر کا حکم دے دیا، یمن کے ہزاروں لوگوں کو عمارت کی تعمیر میں لگایا اور اِس عبادت خانے کے لیے ملکِ سبا کی ملکہ بلقیس کے محل کے نوادرات میں سے پتھر اور سنگِ مرمر جمع کیے اُس میں سونے چاندی کی اِینٹیں لگائیں اُس میں عاج اور آبنوس کے منبر لگائے اور اُس میں فلک بوس برج بنائے۔

کنیسا کی تعمیر مکمل ہوگئی تو اَبرہہ نے حبشہ کے بادشاہ کے نام خط اِرسال کیا کہ میں نے آپ کے لیے ایک ایسا گرجا تعمیر کیا ہے جس کی مثال پیش نہیں کی جاسکتی، میں اُس وقت تک چین سے نہیں بیٹھوں گا جب تک کہ عرب والوں کو بیت اللہ کے حج سے روک کر اِن کا رُخ شہر صنعاء میں موجود گرجا کی طرف نہ کردُوں، جب اہلِ مکہ اور عرب کو اَبرہہ کے برے عزائم کا علم ہوا تو قبیلہ کنانہ کے دو آدمی گدھے کی لید لے کر آئے اور گرجا میں داخل ہوکر اُس کی دیواروں کو لید سے آلودہ کردیا اور وہاں سے بھاگ نکلے، جب اَبرہہ کو اِس واقعہ کی اِطلاع ملی تو وہ غصہ سے آگ بگولہ ہوکر کہنے لگا :

''مجھے عیسائی ہونے کی قسم ! میں بیت اللہ کو ضرور گرادُوں گا اور اِسے ایسا ویران کروں گا کہ آئندہ کوئی اِس کا حج نہیں کر سکے گا۔''

چنانچہ اُس نے ہزاروں کا لشکر تیار کیا اور آلاتِ حرب سے پوری طرح لیس ہو کر مکہ کی طرف چلا لشکر کے آگے ہاتھی رکھے، اہلِ عرب نے نہ تو ایسا لشکر کبھی دیکھا تھا اور نہ ہی کسی جنگ کے لیے ایسا لشکر کبھی تیار ہوا تھا، ہاتھی لشکر کے آگے آگے چل رہے تھے، لشکر کیا تھا ہر شے کو تہس نہس کر دینے والا سیلاب تھا، جو چیز بھی اُس کے سامنے آتی اُسے تباہ و برباد کر دیتا اور اپنے مقابل میں آنے والوں کو قتل کر دیتا اور جو بچ جاتے اُنہیں قیدی بنالیتا حتی کہ وہ مکہ معظّمہ کے بلند پہاڑیوں تک آپہنچا، لشکر کے ہراول دستوں نے مکہ کے اَطراف کے شہروں کو عبور کیا اور صحرا میں سبزہ چرتے ہوئے اُونٹوں اور بکریوں کو اپنے قبضہ میں لے لیا، غصب شدہ ریوڑوں میں عبد المطلب بن ہاشم کے دو سو اُونٹ بھی تھے، عبدالمطلب کو جیسے ہی اپنے اُونٹ پکڑے جانے کی خبر ہوئی وہ فوڑا اَبرہہ کے لشکر کے پڑاؤ میں اپنے اُونٹ واپس لینے پہنچ گئے اور سکیورٹی اہلکاروں سے کہا کہ اپنے سردار سے میری ملاقات کراؤ، وہ اُنہیں اپنے سردار کے پاس لے گئے۔ عبدالمطلب کی شخصیت بڑی رُعب دار تھی، جسمانی طور پر بھی صحت مند تھے اور چہرہ بھی بڑا پُر وقار تھا، جب آپ اَبرہہ کے سامنے آکر کھڑے ہوئے تو اُس نے آپ کا اِعزاز واِکرام کیا اور آپ کو اپنے ساتھ بٹھایا کیونکہ وہ عربوں میں آپ کے مقام و مرتبہ سے واقف تھا اور اُسے معلوم تھا کہ یہ اُن کے سردار ہیں، کعبہ کا اِنتظام اِن ہی کے پاس ہے اور بیت اللہ کی چابیاں بھی اِسے اپنے آباؤ اَجداد سے ورثہ میں ملی ہیں۔ اَبرہہ نے اُن سے اُن کے آنے کی غرض پوچھی، آپ نے درخواست کی کہ آپ کے لشکر نے جو میرے اُونٹ پکڑے ہیں وہ مجھے واپس کر دو۔

اَبرہہ نے کہا جب میں نے آپ کو دیکھا تھا تو آپ مجھے بہت اچھے لگے تھے لیکن آپ کا مطالبہ سن کر میری رائے بدل گئی، آپ مجھ سے اپنے پکڑے ہوئے اُونٹ واپس مانگ رہے ہیں، آپ کعبہ

کے متعلق جو آپ کا اور آپ کے آباؤ اَجداد کا دین ہے مجھ سے کوئی بات نہیں کر رہے حالانکہ میں اُسے گرانے آیا ہوں۔

عبدالمطلب نے اُسے جواب دیا میں تو صرف اپنے اُونٹوں کا مالک ہوں، کعبہ کا مالک کوئی اور ہے وہی تیرے حملے سے اُس کی حفاظت کرے گا۔

اَبرہہ نے کہا کہ میرے حملے کو کوئی نہیں روک سکتا۔

عبدالمطلب نے کہا کہ مجھے کیا ! تم جانو اور اُس گھر کا مالک جانے ،یعنی تو آگے بڑھ حملہ کر پھر تجھے معلوم ہوجائے گا کہ اللہ تیرے حملے کو روکتا ہے یا نہیں ؟

اَبرہہ نے دیکھا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کے حفاظت کرنے کا مکمل یقین اور پختہ اِعتماد ہے تو اُس نے عبدالمطلب کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے جلدی سے آپ کے اُونٹ واپس کر دیے۔

عبدالمطلب کے ساتھ قبیلہ قریش کے دیگر سرداران بھی تھے۔ وفد کے دیگر اَرکان نے اُس سے کہا کہ وہ بیت اللہ کو گرانے کا اِرادہ ترک کر دے اور اِس کے بدلہ میں تہامہ کی تہائی آمدنی لے لے، لیکن اُس نے اِس موضوع پر کسی قسم کی گفتگو کرنے سننے اور کوئی پیشکش قبول کرنے سے اِنکار کر دیا۔

سردارانِ قریش غم واَلم کا پہاڑ سر پر لیے واپس ہوئے ، اُنہیں کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ اِس معاملے کو کیسے سلجھائیں چنانچہ اہلِ مکہ نے اپنی جان بچانے کے لیے اپنے شہرِ عزیز کو چھوڑا اور مکہ کے پہاڑوں میں خیمہ زن ہو گئے۔ عبدالمطلب اور سردارانِ قریش بیت اللہ کے پاس گئے اور اُس کے دروازے کی چوکھٹ سے لپٹ گئے اور بار بار اَبرہہ اور اُس کے لشکر کے خلاف اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتے اور مدد مانگتے رہے اور اُس سے درخواست کرتے رہے کہ وہ کعبہ کی حفاظت کرے، اِس کے بعد عبدالمطلب اور اُس کے ساتھی اپنی قوم والوں کے پاس چلے گئے جو پہاڑوں میں پناہ لیے ہوئے تھے۔

اب وہ اِس اِنتظار میں تھے کہ دیکھیں یہ خبیث لشکر مکہ میں داخل ہو کر کیا کرتا ہے ؟ اَب مکہ اپنے باشندوں سے خالی ہو چکا تھا اور اَبرہہ مکہ میں داخل ہونے کی پوری تیاری کر چکا تھا۔ (باقی صفحہ ٥٧)

قسط : ۱

# چودھویں صدی کا شیخ الحدیث

## شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین اَحمد مدنی نور اللہ مرقدہٗ
## کے منہجِ تدریس پر ایک یادگار اور نایاب تحریر

﴿ حضرت مولانا محمد قاسم علی صاحب بجنوری، اِنڈیا ﴾

شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین اَحمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ ستودہ صفات میں جنابِ باری تعالیٰ عز اِسمہٗ نے وہ تمام خصوصیات اور کمالات جمع فرمائے تھے جن سے ایک ذاتِ قدسی صفات کو آراستہ ہونا چاہیے۔ آپ کی جامع کمالات شخصیت کو دُنیا مختلف پہلوؤں سے پہنچانتی ہے چونکہ آپ کی ذات علم و عمل، شریعت و طریقت کا مجمع البحرین تھی، آپ کا قلب حاملِ شریعت اور آپ کا عمل تفسیرِ شریعت تھا، آپ کے فضائلِ علمیہ اور کمالاتِ باطنیہ کی صحیح اِطلاع یا تو خداوند قدس ہی کو ہوسکتی ہے یا اُن اَولیائے کرام اور علمائے ربانیین کو ہوسکتی ہے جن کو مبدأ فیض نے چشمِ بصیرت عطا فرمائی ہے، ہم جیسے کور چشم آپ کی ذاتِ قدسی صفات کو کیا پہچان سکتے ہیں ؟ لیکن دل نہیں مانتا اور مجبور کرتا ہے کہ جس قدر بھی اِن ناقص آنکھوں نے دیکھا ہے اُس کو بیان کیا جائے لہٰذا تذکرہ کے طور پر تسکینِ قلب کے لیے چند سطریں تحریر کی جاتی ہیں۔

احقر نے چونکہ آپ کے حلقہ درس میں کچھ تھوڑا سا زمانہ گزارا ہے اور آپ کی زبانِ فیض ترجمان سے قال اللہ وقال الرسول ﷺ کی تشریحات سنی ہیں اور آپ کو علومِ نبویہ کی مسندِ رفیع پر اُن کی نشر و اِشاعت کرتے ہوئے دیکھا ہے لہٰذا اِسی موضوع پر کچھ خامہ فرسائی کرنے کی جسارت کی جارہی ہے۔

### اِبتدائی تعلیم :

آپ کی اِبتدائی تعلیم ٹانڈہ (ضلع فیض آباد) میں ہوئی چونکہ آپ کے والد مرحوم کو اَولاد کی

تعلیم و تربیت کا غیر معمولی اور بہت زیادہ خیال تھا، اِس وجہ سے آپ کی اِبتدائی تعلیم بہت عمدہ ہوئی، قاعدہ بغدادی جنابہ والدہ مرحومہ کے پاس پڑھا، پانچویں سپارہ تک والدہ مرحومہ تعلیم دیتی رہیں اور اِس کے بعد سے آخر قرآن تک والد مرحوم سے پڑھا، اِس کے بعد فارسی پڑھی پھر اسکول میں داخل ہوگئے اور حساب جبر و مقابلہ، اَقلیدس، جغرافیہ، تاریخ، مساحتِ عملی، اُردو، فارسی، اِن علوم میں بارہ سال کی عمر میں مہارت حاصل کی۔

روانگی دیوبند و آغازِ عربی :

اَوائلِ صفر ۱۳۰۹ھ میں آپ دیوبند تشریف لائے اور شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد کے سامنے کوٹھی کے کمرہ میں اِقامت فرمائی اور حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے فرمانے پر حضرت مولانا خلیل اَحمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ''میزان الصرف'' شروع کرائی، اِس طرح سے آپ کی عربی تعلیم کا آغاز اَکابر کے مجمع میں شیخِ وقت کے مقدس ہاتھوں سے ہوا۔

دارُالعلوم دیوبند میں علمی اِستفادہ :

آپ نے صفر ۱۳۰۹ھ سے شعبان ۱۳۱۶ھ تک دارُالعلوم دیوبند میں رہ کر علمی اِستفادہ ماہرین اَساتذہ سے کیا، آپ نے اَوقاتِ مدرسہ کے علاوہ خارج اَوقات میں بہت سی کتابیں اَساتذہ سے پڑھیں اور بہت محنت و توجہ سے علوم کو حاصل کیا۔ اِس شغف اور پابندی کو دیکھ کر اَساتذہ کرام نے اپنی عنایتیں زیادہ سے زیادہ مبذول فرمائیں چنانچہ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ باوجودیکہ دارُالعلوم دیوبند کے شیخ التدریس تھے اور آپ کے درس میں اُونچی کتابیں رہتی تھیں لیکن آپ کو شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے اِبتدائی کتابیں بھی پڑھائیں اور اکثر کتابیں باوجود مصروفیات کے خارج اَوقاتِ مدرسہ پڑھائیں، آپ ہمیشہ اِمتحان میں اَعلیٰ اور نمایاں نمبروں سے پاس ہوتے رہے، ہر پرچہ اِمتحان کے مفروضہ نمبر اگر ۲۰ ہوتے تو ۲۱، ۲۲، ۲۳ نمبر حاصل فرماتے تھے اور اگر نمبر مفروضہ ۵۰ ہوتے تو ۵۱، ۵۲، ۵۳ نمبر حاصل فرماتے اور صدرا کے اِمتحان میں تو آپ نے ۵۷ نمبر حاصل کیے۔

## اَساتذۂ کرام :

آپ نے ساڑھے چھ سال کی مدت میں دارُالعلوم دیوبند میں سترہ فنون کی سٹرسٹھ کتابیں اپنے مشفق اَساتذۂ کرام سے پڑھیں، تفصیل اِس طرح ہے :

(۱) حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے مندرجہ ذیل کتابیں پڑھیں :

دستور المبتدی، زرّادی، زنجانی، مراح الارواح، قال اَقول، مرقات، تہذیب، شرح تہذیب، قطبی تصدیقات، قطبی تصورات، مجسطی، مفید الطالبین، شرح تہذیب، نفحۃ الیمن، مطول، ہدایہ اَخیرین، ترمذی شریف، بخاری شریف، اَبوداؤد شریف، تفسیر بیضاوی شریف، نخبۃ الفکر، شرح عقائدِ نسفی، حاشیہ خیالی، مؤطا اِمام مالک، مؤطا اِمام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ۔

(۲) حضرت مولانا ذوالفقار علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے فصولِ اکبری۔

(۳) حضرت مولانا عبدالعلی صاحب مرحوم مدرس دارُالعلوم دیوبند سے مسلم شریف، نسائی شریف، اِبن ماجہ شریف، سبعہ معلقہ، حمداللہ، صدرا، شمس بازغہ، توضیح تلویح، تصریح۔

(۴) حضرت مولانا خلیل اَحمد صاحب مرحوم مدرس دارُالعلوم دیوبند سے تلخیص المفتاح۔

(۵) حضرت مولانا حکیم محمد حسن صاحب مرحوم مدرس دارُالعلوم دیوبند سے پنج گنج، صرف میر، نحو میر، مختصر المعانی، سلم العلوم، ملاحسن، جلالین شریف، ہدایہ اَوّلین۔

(۶) حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب مدرس دارُالعلوم دیوبند سے شرح ملا جامی، بحث فعل کافیہ، ہدایۃ النحو، منیۃ المصلی، کنزالدقائق، شرح مائۃ عامل، اُصول الشاشی۔ شرح وقایہ۔

(۷) حضرت مولانا غلام رسول صاحب مرحوم مدرس دارُالعلوم دیوبند سے نور الانوار، حسامی، قاضی مبارک، شمائل ترمذی شریف۔

(۸) حضرت مولانا منفعت علی صاحب مرحوم سے میر زاہد رسالہ، میر زاہد مُلا جلال، میبذی، خلاصۃ الحساب رشیدیہ، سراجی۔

(۹) حضرت مولانا اَلحافظ اَحمد صاحب مرحوم سے شرح مُلا جامی بحث اِسم۔

(۱۰) حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب مرحوم سے مقاماتِ حریری، دیوانِ متنبّی۔

(۱۱) حضرت مولانا صدیق اَحمد صاحب مرحوم (برادر بزرگ شیخ الاسلام نور اللہ مراقد ہما) سے میزان الصرف، اِیساغوجی، منشعب۔

(۱۲) ۱۳۱۶ھ میں جبکہ آپ اکثر کتبِ درسیہ سے فارغ ہو چکے تھے تو آپ کے والد صاحب مرحوم نے مدینہ منورہ کے سفر کا اِرادہ کیا چونکہ آپ کی بعض کتبِ اَدبیہ باقی رہ گئی تھیں اِس وجہ سے آپ سفر کے لیے تیار نہ تھے لہٰذا مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد باوجود اِنتہائی مشغولیت کے آپ نے اَدبیات کی باقی ماندہ کتب کی تکمیل مدینہ منورہ کے مشہور اور معمر اَدیب مولانا الشیخ آفندی برادہ رحمۃ اللہ علیہ سے کی۔

## زمانۂ طالب علمی میں خصوصی شغف :

اِبتداء میں آپ کو منطق اور فلسفہ سے بہت شغف رہا چنانچہ صدرا کے اِمتحان میں آپ نے ۷۵ نمبر حاصل کیے پھر آپ کو علمِ اَدب سے شغف ہو گیا یہاں تک کہ آپ کو مقاماتِ حریری، دیوانِ متنبّی، سبعہ معلقہ کے قصائد اور عبارتیں اَزبر ہو گئیں۔ اِس کے بعد علمِ حدیث سے خصوصی شغف ہوا، اور آپ کا دورِ طالب علمی علمِ حدیث کے اِنہماک ہی میں ختم ہوا، پھر یہ شغف بعد میں اِس قدر بڑھا کہ آپ کی تمام عمر خدمتِ حدیث میں گزری۔ اَواخر ذی الحجہ ۱۳۱۶ھ میں مناسکِ حج وغیرہ سے فراغت کے بعد جب مدینہ منورہ کو روانگی ہوئی تو منزلِ رابغ کی شب میں آپ کو سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سب سے پہلی زیارت باسعادت نصیب ہوئی۔ آپ آنحضرت ﷺ کو دیکھ کر قدموں میں گر گئے، آنحضرت ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ کیا مانگتا ہے ؟ تو آپ نے عرض کیا کہ جو کتابیں میں پڑھ چکا ہوں وہ یاد ہو جائیں اور جو نہیں پڑھی ہیں اُن کے متعلق اِتنی قوت ہو جائے کہ مطالعہ میں نکال سکوں۔ جنابِ سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اِرشاد فرمایا کہ '' یہ تجھ کو دیا '' یہ اُسی علم شغف کا نتیجہ تھا کہ آپ نے آقائے نامدار ﷺ سے علم ہی کو طلب کیا اور آقائے نامدار ﷺ نے آپ کو یہ نعمت عطا فرمائی۔ اِس علم کے ساتھ ساتھ آپ کی ذاتِ قدسی صفات علمِ وہبی سے بھی آراستہ و پیراستہ ہو گئی۔

مدینہ منورہ میں درس وتدریس :

اَواخر شعبان المعظم ۱۳۱۶ھ میں آپ علوم سے فراغت کے بعد مدینہ منورہ پہنچے، اُس زمانے میں حرمِ محترم مسجدِ نبوی علیہ السلام میں اکثر علماء اِعزازی طریقہ پر درس دیتے تھے چنانچہ عرب اور ہندوستانی طلباء کی پیہم خواہش پر آپ نے مسجد نبوی علٰی صاحبہ الصلوۃ والتسلیم میں درس کا سلسلہ شروع فرمایا اور شوال ۱۳۱۸ھ تک آپ کا حلقہ درس اِبتدائی پیمانہ پر رہا۔ ذیقعدہ ۱۳۱۸ھ میں آپ ہندوستان تشریف لائے اور ماہِ محرم ۱۳۲۰ھ میں مدینہ منورہ واپس ہوئے، اِس کے بعد آپ کا حلقہ درس بہت وسیع ہوگیا اور طلبہ کا ایک جمِ غفیر آپ کے گرد جمع ہوگیا۔ اہلِ علم میں عمومًا اور علمائے حجاز میں خصوصًا حسد اور رقابت کا مادّہ زیادہ ہوتا ہے اِس لیے جب کوئی عالم آتا ہے تو اُس کی طرف آنکھیں بہت اُٹھتی ہیں، علمائے ہند چونکہ عربی بولنے کے عادی نہیں ہوتے اِس لیے بسا اَوقات شکست کھا جاتے ہیں اور اُن کے لیے میدانِ اِمتحان و اِمتیاز میں پیش قدمی کرنا ممکن نہیں ہوتا چنانچہ جب علوم میں جدو جہد کرنے والے مشرقِ وسطٰی، اَفریقہ، چین، اَلجزائر، شرق الہند کے تشنگانِ علوم کا اِس قدر ہجوم ہوا اور حلقہ ہائے درس میں اِس کی مثال نہیں ملتی تھی اور آپ کے زیرِ درس درسیاتِ ہند کے علاوہ مدینہ منورہ، مصر، اِستنبول کے نصاب کی کتابیں مثلاً اَجرومیہ، دحلان، کفرادی، اَلفیہ اِبن عقیل، شرح اَلفیہ، اِبن ہشام، شرح عقود الجمان، رسالہ اِستعارات، رسالہ وضعیہ للقاضی عضد، اِبن حجر ملتقی الابحر، دُرر، شرح جمع الجوامع للسبکی، شرح مستصفی الاصول، مرقاۃ، شرح منتہی الاصول مسامرہ، شرح مسامرہ، شرح طوالع الانوار، جوہرہ الفیتہ (اُصولِ حدیث) بیقونیہ ودیگر رسائل اُصولِ حدیث، وغیرہ یہ کتابیں تھیں، آپ کا علمی حلقہ ترقی کرتا گیا اور افاضہ واِستفاضہ کا حلقہ وسیع ہوتا رہا تو لامحالہ دیگر علماء میں رشک ورقابت پیدا ہوئی۔

آپ کا حلقہ درس پر لوگوں کی نظریں اُٹھتیں اور تنقیدات کا اِرادہ کیا گیا مگر اُن لوگوں کو اِس اِرادہ میں کامیابی نہ ہوئی چونکہ آپ کی تعلیم جید اور ماہرین اَساتذہ کے ذریعہ ہوئی اور پھر قدرت نے آپ کو دماغ وذکاوت اور حفظ کا وہ اَعلٰی درجہ عطا فرمایا تھا جس کی نظیر خود آپ ہی تھے، نیز آپ کوئی سبق

بغیر مطالعہ کے نہ پڑھاتے تھے اور دن ورات کے چوبیس گھنٹوں میں سے صرف تین گھنٹے آپ آرام فرماتے اور بقیہ وقت درس ومطالعہ میں گزرتا، اِدھر آپ کی عربی تقریر صاف شستہ اور برجستہ تھی، اِستعداد کامل، مزید برآں محنتِ شاقہ فرماتے، نیز آپ نے درس میں ''علماءِ خیر آباد'' کا طریقہ اِختیار فرمایا کہ دورانِ درس اپنے سامنے کبھی کتاب نہ رکھتے بلکہ طالب ِعلم کی قراءت کے بعد مسائل پر تقریر فرماتے حالانکہ علماءِ مدینہ نہ صرف کتاب کو دورانِ درس سامنے رکھتے تھے بلکہ اُس کی شرح بھی ہاتھ میں لے کر پڑھاتے تھے اور تقریر کے وقت عبارتِ شرح یا حاشیہ بھی سنادیتے تھے۔

چنانچہ آپ نے اِسی طرح روزانہ چودہ پندرہ اَسباق کا درس دیا جس میں کتب ِعالیہ حدیث وتفسیر، عقائد واُصول بھی شامل تھیں اور ۱۳۲۶ھ تک مسلسل اور اُس کے بعد بھی یہ سلسلہ اِسی شان کے ساتھ قائم رہا۔ اِن وجوہ کی بنا پر آپ کی دھاک بیٹھ گئی اور سب آپ کی علمی قابلیت کے معترف ہو گئے اور سب کو آپ کی مہارتِ تامہ کا قائل ہونا پڑا۔ اِس شاندار ترقی میں جہاں اِن مادّی اَسباب کو دخل ہے وہاں اصلی وحقیقی سبب پر بھی آپ نے عمل فرمایا یعنی توجہ اِلی اللہ۔

چنانچہ آپ مواجہ شریف نبویہ علی صاحبہا الصلوۃ التسلیم میں حاضر ہوکر بہت روئے اور اِن علومِ دینیہ کے حاصل ہونے کی درخواست پیش کی اور آپ نے اپنی بے بضاعتی کا شکوہ کیا، دیر تک اِسی حالتِ گریہ میں رہے اور واپس ہوئے چند ہی قدم چلے تھے کہ قلب میں واقع ہوا ﴿لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ﴾ چنانچہ حق تعالیٰ نے آپ کو حجاز میں عزت وجاہ وہ عطا فرمائی جو ہندی علماء کو کیا بلکہ یمنی، شامی، مدنی علماء کو بھی حاصل نہیں تھی اور آپ کی شہرت عرب سے تجاوز کر کے دیگر ممالک تک پہنچ چکی تھی اور آپ کو چوبیس سال کی عمر میں شیخ الحرم اور شیخ العرب والعجم کے معزز اَلقاب کے ساتھ سرفراز کیا گیا اور اِن اَطراف میں آپ اِن اَلقاب کے ساتھ مشہور ومعروف ہو گئے۔

اِیں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

## صدارت دارُ العلوم دیو بند :

۱۳۲۶ھ میں ایک ایسے مجمع میں جس میں دارُ العلوم کی علمی ترقی پر غور و خوض ہو رہا تھا، حضرت مولانا حافظ اَحمد صاحب قدس اللہ سرہٗ نے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ اگر مولوی اَنور شاہ صاحب کشمیری، مولوی مسہول بھاگل پوری، مولوی حسین اَحمد مدنی، مولوی عبدالصمد کرت پوری وغیرہ یہ حضرات یہاں آکر جمع ہو جاتے تو دارُ العلوم کی علمی ترقی بڑے اَعلیٰ پیمانہ پر ہوتی۔

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات بہت پسند فرمائی اگرچہ اِس بارے میں سکوت فرمایا لیکن کیا باطنی تصرف کیا کہ یہ سب اَشخاص بغیر کسی ظاہری جدو جہد کے یکے بعد دیگرے دیو بند پہنچ گئے لیکن مبداء فیاض کو حسین اَحمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے دُوسرے وقت عظیم الشان کام لینا تھا لہٰذا آپ مستقل طور پر دارُ العلوم سے متعلق نہ رہ سکے چنانچہ جب حافظ اَحمد صاحب و حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہما کی خواہش کے پورا ہونے کا وقت آیا تو خداوند قدوس نے ۱۳۴۶ھ میں مولانا حسین اَحمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو دارُ العلوم دیو بند کی رفیع مسندِ علم پر مستقل طور سے جلوہ اَفروز فرمایا اور دارُ العلوم دیو بند نے آپ کی سرپرستی جو علمی ترقی کی ہے وہ ظاہر ہے، دارُ العلوم کی مسندِ علم پر دُوسرے اَکابر علماء محدثینِ عظام جلوہ اَفروز رہے اور اُس دور میں بھی دارُ العلوم کے دارُ الحدیث میں حدیث کی شمع روشن ہوئی اور اُس پر جانثار پروانے آئے اور اُنہوں نے اپنی جان شمع حدیث پر نثار کی لیکن خدا گواہ ہے کہ اِس مدنی محدث نے جب شمع حدیث روشن کی تو اُس پر اِس قدر پروانوں کا ہجوم ہوا اور دارُ الحدیث علم و عرفان کے تابناک ستاروں سے اِس قدر جگمگایا کہ دیو بند کی تاریخ میں اِس کی نظیر ممکن نہیں۔

## درسِ حدیث :

۱۳۴۶ھ سے قبل آپ نے دارُ العلوم دیو بند میں مختلف اَوقات میں متعدد اُونچی کتابوں کا درس دیا اور ہزاروں تشنگانِ علوم کو سیراب کیا لیکن ۱۳۴۶ھ سے آپ نے مستقل طور پر درسِ حدیث ہی دیا۔ ۳۱ سال کا یہ عرصہ دارُ العلوم میں علومِ نبویہ کی خدمت میں گزارا۔ آپ نے صحاحِ ستہ میں اِمام بخاریؒ (المتوفیٰ ۲۵۶ھ) کی صحیح بخاری اور اِمام اَبوعیسیٰ ترمذی (اَلمتوفیٰ ۲۷۹ھ) کی سنن ترمذی اِن دو کتابوں

کو اپنے درس کے لیے منتخب کیا۔صحیح بخاری کی وجہ اِنتخاب تو ظاہر ہے کہ وہ بالاتفاق اَصَحُّ کُتُبْ بَعْدَ کِتَابِ اللّٰہْ ہے، رہا سنن ِترمذی کو بقیہ کتب صحاحِ ستہ کی بجائے زیر ِدرس رکھنے کی وجہ، وہ یہ تھی کہ سنن ترمذی کی چند خصوصیات ہیں جو بقیہ کتب صحاحِ ستہ میں نہیں ہیں۔

خصوصیاتِ سنن ترمذی :

روایات کو بیان کرنے کے بعد اُس کے درجہ کو مصنف ذکر کرتا ہے یعنی صحیح ،حسن ،غریب، وغیرہ۔ رواۃ کے سلسلہ میں جرح وتعدیل کرتا ہے، اگر کسی راوی میں کوئی کمزوری ہے تو اُس کو ذکر کرتا ہے۔ اَحادیث میں اگر کوئی لفظ نادر غریب الاستعمال آتا ہے تو اُس کے معانی ذکر کرتا ہے۔ تعارض روایات کو دُور کرتا ہے، اگر روایات میں الفاظِ فقہیہ ہوں تو مذاہب اَربعہ کو ذکر کرتا ہے اور مَاھُوَالرَّاجِحُ عِنْدَہٗ کو بیان کرتا ہے اور اگر کوئی راوی معروف بالکنیہ ہے تو اُس کا عَلَمْ ذکر کرتا ہے اُن کے قبائل کو ذکر کرتا ہے، وجوہ اِستدلال کو ذکر کرتا ہے، اِس میں مکررات بہت کم ہیں، اِس کے آخر میں کتاب العلل ہے، چونکہ ترمذی میں منافع بہت زیادہ ہے اور اِس کی ترتیب اَبواب فقہیہ پر ہے، اِس کے مصنف شافعی المسلک ہیں، علماءِ ہند حنفی ہیں، اِس وجہ سے اُن روایات پر جو مذہبِ حنفی کے خلاف ہیں مکمل بحث کرنی پڑتی ہے اور حدیث کو فقہی اَنداز سے پڑھانے کے لیے سنن ترمذی کے علاوہ اور کوئی کتاب نہیں، اِس لیے سنن ترمذی کو بقیہ کتبِ صحاح پر فوقیت دی گئی ہے۔

سلسلہ سندِ حدیث :

روایتِ اَحادیثِ نبویہ علٰی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم کے سلسلہ میں اِتصالِ سند من الراوی اِلی النبی ﷺ ضروری ہے، اہلِ ہند کا سلسلہ سندِ حدیث حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ پر ختم ہو جاتا ہے اور پھر حضرت شاہ ولی اللہ سے اِمام بخاری و اِمام ترمذی رحمہما اللہ تک ہے اور پھر تیسرا سلسلہ اِمام بخاری و اِمام ترمذی رحمہما اللہ سے آقائے نامدار جنابِ محمد رسول اللہ ﷺ تک پہنچتا ہے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد حسین اَحمد مدنی نور اللہ مرقدہٗ کا سلسلہ سند اِس طرح ہے :

(١) قال شیخنا الحسین احمد المدنی ثنا المحمود حسن دیوبندی ثنا القاسم النانوتوی و رشید احمد الجنجوهی قالا حدثنا الشیخ عبدالغنی الدهلوی حدثنا الامام الحجة الشاه محمد اسحاق الدهلوی ثنا عبد العزیز الدهلوی ثنا الشاه ولی اللّٰه الدهلوی رحمهم اللّٰه تعالٰی.

(٢) اخبرنا الشیخ حسین احمد المدنی عن الشیخ الاجل محمود حسن الدیوبندی عن مولانا رشید احمد الجنجوهی وعن الشیخ احمد سعید الدهلوی و مولانا احمد علی السهارنفوری قدس اللّٰه اسرارهم کلهم عن الامام الحجة الشاه محمد اسحاق الدهلوی عن الشاه عبد العزیز الدهلوی عن الشاه ولی اللّٰه الدهلوی قدس اللّٰه اسرارهم.

(٣) اخبرنا الشیخ حسین احمد المدنی عن العلامة محمد مظهر النانوتوی ومولانا القاری محمد عبدالرحمن الفانی کلاهما عن الشاه محمد اسحاق رحمهم اللّٰه تعالی الی آخره.

(۴) قال شیخنا الحسین احمد المدنی اروی هذه العلوم عن الشیخ الاجل مولانا عبدالعلی وعن الشیخ الاجل مولانا خلیل احمد السهارنفوری کلاهما عن مولانا رشید احمد الجنجوهی و مولانا القاسم النانوتوی الی آخره.

(۵) قال الشیخ الاجل السید حسین احمد المدنی اروی عن مشیخة اعلام من الحجاز اجازة و قرأة لاوائل بعض الکتب اجلهم شیخ التفسیر حسب اللّٰه الشافعی الملکی ومولانا عبدالجلیل براده المدنی ومولانا عبدالسلام الداغستانی مفتی الاحناف بالمدینة المنورة و مولانا السید احمد البرزنجی مفتی الشافعیة بالمدینة المنورة رحمهم اللّٰه تعالٰی.

رئیس المحدثین حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نور اللہ مرقدہ سے اَمیر المومنین فی الحدیث اِمام بخاری و اِمام ترمذی رحمہما اللہ تعالیٰ تک سلسلہ سند مشہور و معروف ہے اور کتبِ مذکورہ میں طبع ہو چکا ہے اور اِمام بخاری و اِمام ترمذی رحمہما اللہ تعالیٰ سے آقائے نامدار جناب محمد رسول اللہ ﷺ تک ہر حدیث شریف کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے، اِس طرح سے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر آقائے نامدار علیہ الصلوۃ والتسلیم تک سلسلۂ سند متصل ہو جاتا ہے۔ (جاری ہے)

## قارئین اَنوارِ مدینہ کی خدمت میں اپیل

ماہنامہ اَنوارِ مدینہ کے ممبر حضرات جن کو مستقل طور پر رسالہ اِرسال کیا جا رہا ہے لیکن عرصہ سے اُن کے واجبات موصول نہیں ہوئے اُن کی خدمت میں گزارش ہے کہ اَنوارِ مدینہ ایک دینی رسالہ ہے جو ایک دینی اِدارہ سے وابستہ ہے اِس کا فائدہ طرفین کا فائدہ ہے اَور اِس کا نقصان طرفین کا نقصان ہے اِس لیے آپ سے گزارش ہے کہ اِس رسالہ کی سرپرستی فرماتے ہوئے اپنا چندہ بھی اِرسال فرمادیں اور دیگر اَحباب کو بھی اِس کی خریداری کی طرف متوجہ فرمائیں تاکہ جہاں اِس سے اِدارہ کو فائدہ ہو وہاں آپ کے لیے بھی صدقہ جاریہ بن سکے۔ (اِدارہ)

# کیا اِسلام کی اِشاعت میں جبر و اِکراہ کا دخل ہے ؟

﴿ حضرت مولانا اِسرار الحق صاحب قاسمی، اِنڈیا ﴾

موجودہ صدی میں مسلمانوں کی تذلیل و تحقیر اور عالمی منظرنامے پر اُن کی شبیہ خراب کرنے کے لیے جو منظّم سازشیں ہو رہی ہیں اُن ہی کا ایک حصہ یہ بھی ہے کہ عیسائی مشنریز اور ایسی تمام قوتیں جو اِسلام کو ایک آفاقی اور تاریخ کے ہر دور اور ہر موڑ پر اِنسانیت کی رہبری و رہنمائی کرنے والے مذہب کے طور پر تسلیم نہیں کرتیں، وہ وقتاً فوقتاً اِسلام کی بنیادی تعلیمات، قرآنِ کریم، اَحادیث کے معتدبہ حصے اور نبی پاک ﷺ کی سیرتِ پاک کو اپنے اَوچھے اور بکواس اِشکالات و اِعتراضات کا نشانہ بناتی رہتی ہیں، اُن ہی اِشکالات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ نعوذ باللہ محمد ﷺ نے اپنے دین کو پھیلانے اور عام کرنے کے لیے تلوار کا سہارا لیا اور اُن کی زندگی میں جتنے لوگ بھی اِسلام میں داخل ہوئے وہ اپنی مرضی و خواہش سے نہیں بلکہ مسلمانوں کے زورِ شمشیر سے داخل ہوئے حالانکہ تاریخی حقائق اُن کی اِس بیہودہ گوئی کا صاف اور صریح طور پر اِنکار کرتے ہیں۔

اگر آپ تبلیغِ اِسلام کے اِبتدائی اَدوار اور پھر آپ کی مکی و مدنی زندگی کا منصفانہ مطالعہ کریں تو آپ کو صاف طور پر محسوس ہوگا کہ اِسلام کی اِشاعت کا آغاز اَجنبیت اور کمزوری کے دور میں شروع ہوا اور پھر جب مسلمانوں نے مدینہ کی جانب ہجرت کی اور کفار و مشرکین اور یہودیوں کی متعدد جماعتوں سے جو جنگیں ہوئیں وہ سب اِنتہائی مجبوری میں ہوئیں ورنہ ہمارے نبی جیسا صلح پسند اور اَمن جو اِنسان رُوئے زمین نے آج تک نہیں دیکھا، ہر موقع پر آپ نے کشت و خون اور جنگ و جدال کو ٹالنے کی کوشش کی مگر جب فریقِ مخالف مرنے مارنے پر ہی آمادہ نظر آیا تب ہی آپ نے اپنے اَصحاب کو تلوار اُٹھانے کی اِجازت دی، پھر دورانِ جنگ بھی آپ نے اپنے مجاہدین کو اِنسانی اُصول و اقدار کا حد درجہ پابند رکھا کیونکہ آپ پوری اِنسانیت کے لیے رحمت و رأفت بنا کر بھیجے گئے تھے اور اِنسانی حرمت آپ

کے نزدیک سب سے اَعلیٰ و برتر تھی، عہدِ نبوی کی جنگوں میں جو جانوں کا اِتلاف ہوا اُس سے کوئی بھی عقلِ سلیم رکھنے والا اِنسان باآسانی اَندازہ لگا سکتا ہے کہ اِسلام کی اِشاعت میں زور زبردستی اور تیغ وتفنگ کا عمل دخل بالکل بھی نہیں تھا اور ایسا ہو بھی کیسے سکتا تھا جبکہ اللہ صاف طور پر ﴿لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ﴾ اور ﴿لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ﴾ کا اِعلان کر چکا تھا، اِسلام کی اِشاعت میں اَصالۃً بے مثال سیرتِ نبوی اور آپ کے اَصحاب کے کردار و عمل کا دخل رہا، اُنہوں نے جس ملک یا شہر کو فتح کیا تو حسبِ روایت وہاں تباہی و تاراجی مچانے کی بجائے وہاں کے لوگوں کو اَمان دیا، اُنہیں پُراَمن طور پر اِسلام کی دعوت دی اور اگر اُنہوں نے نہیں مانا تو بہت معمولی جزیہ کے عوض اُنہیں اُن کے دین پر چھوڑ دیا، عیسائیت اور اِستشراق کی جانب سے اِسلام کی شبیہ کو خراب کرنے والا یہ اِعتراض بلکہ اِتہام اور بہتان کتنا صریح جھوٹ ہے کہ خود کئی ایک مستشرقین نے اپنی کتابوں میں اِس کی تردید کی ہے، معروف مستشرق عالم ٹامس کارلائل (۱۸۸۱ھ/ ۱۷۹۵ء) نے اپنی کتاب

**On Heroes , Hero-worship and the Heroic in History**

میں جہاں نبی پاک ﷺ کو تمام اَنبیا کے سردار کے طور پر مانا اور پیش کیا ہے، وہیں اُس نے اِسلام کی اِشاعت میں تلوار کے عمل دخل کو قطعًا جھوٹ اور یاوہ گوئی قرار دیتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ

> ''یہ عقل میں آنے والی بات ہی نہیں کہ ایک شخص جو اپنی دعوت کے اِبتدائی دنوں میں بالکل تنِ تنہا ہو، کوئی اُس کو ماننے والا نہ ہو، وہ اکیلے پوری قوم اور جماعت کے خلاف تلوار لے کر اُٹھ کھڑا ہو اور اُنہیں اپنے آپ کو منوانے پر مجبور کر دے۔''
>
> (محمد المثل العلی، تعریب : محمد السباعی، ص۲۱ مکتب النافذ، مصر ۲۰۰۸ء)

کارلائل کے علاوہ بھی متعدد مسیحی اور مستشرق علما، اُدبا اور شعراء نے اِس بات کا نہ صرف اِعتراف کیا ہے کہ نبی پاک ﷺ کی ذات سراپا رحمت تھی بلکہ اُنہوں نے اِنصاف پسندی کا ثبوت دیتے ہوئے اپنے طور پر دلائل کے ذریعے اِس کو ثابت بھی کیا ہے، گو کہ اُن کے مقابلے میں سیرتِ نبوی اور اِسلام کو اپنے سطحی اِعتراضات و اِشکالات کا نشانہ بنانے والوں کی تعداد زیادہ رہی اور

اُنہوں نے پورے زور وشور سے اِسلام کی شبیہ کو داغدار کرنے کی مہم جاری رکھی اور آج کے اَبلاغی وسائل کی بہتات اور بے پناہ کثرت کے دور میں وہ پہلے سے بھی زیادہ زور وشور سے اپنی یہ ناپاک مہم جاری رکھے ہوئے ہیں۔

## کیا دینِ مسیحی میں قتال کا تصور نہیں ؟

قبل اِس کے کہ ہم اِسلام پر عیسائی مشنریز کی جانب سے تشدد پسندی و اِنتہا پسندی کے اِلزامات کا تحقیقی جواب دیں، مناسب سمجھتے ہیں کہ اِس خیال اور عام طور پر پھیلے ہوئے تصور کی حقیقت واضح کردی جائے کہ مسیحیت مطلقاً جنگ و جدال اور قتال کا اِنکار کرتی ہے، عیسائیوں سے پوچھا جانا چاہیے کہ اِنجیلِ متیٰ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جانب جو یہ قول منسوب ہے کہ

''تم یہ مت سمجھو کہ میں زمین میں صلح وسلامتی قائم کرنے کے لیے آیا ہوں بلکہ میں تو تلوار لے کر آیا ہوں، میں اِس لیے آیا ہوں کہ اِنسان کو اُس کے باپ کے خلاف کھڑا کردُوں، بیٹی کو اُس کی ماں کے خلاف اور چوپایوں کو چرواہوں کے خلاف، اِنسان کے دُشمن اُس کے گھر والے ہی ہوتے ہیں، جو شخص بھی اپنی ماں یا باپ سے مجھ سے زیادہ محبت کرے تو وہ مجھ سے دُور رہے، جو شخص اپنے بیٹے یا بیٹی سے مجھ سے زیادہ محبت کرے وہ بھی مجھ سے دُور رہے، جو شخص اپنی صلیب نہ لے اور میری اِتباع نہ کرے وہ مجھ سے دُور رہے، جس نے زندگی کو پالیا (یعنی اپنے لیے اُسے گزار دیا) اُس نے دراصل اپنی زندگی کو گنوادیا اور جس نے میری خاطر اپنی زندگی گنوادی تو گویا اُس نے اپنی زندگی کے مقاصد کو پالیا۔'' (باب ۱۰، آیت: ۳۵)

اِس کا آخر ہم کیا مطلب نکالیں ! ہم نام نہاد عیسائیت کے علم برداروں کے قول کو مانیں اور اِنجیل کی تکذیب کریں یا اُن کو جھوٹا سمجھیں اور اِنجیل کے بیان کو صحیح اور سچ مانیں ! ! !

## یہودیت اور تشدد پسندی :

جہاں تک بات توراۃ کی ہے تو اُس کے اَندر تو ابھی بھی بے شمار ایسے مقامات ہیں جہاں

جنگ و جدال اور قتال کی مشروعیت کی بات کی گئی ہے،مزید یہ کہ دینِ موسوی کے حوالے سے جو شدت پسندی کی باتیں عام طور پر مشہور ہیں اور واقعتاً بھی اِس شریعت میں جو کم سے کم گنجائش اور سہولت کے مواقع پائے جاتے تھے (اگرچہ اُن کی کچھ وجہیں بھی تھیں ) اُس سے بھی ہم اچھی طرح واقف ہیں اور اِن دونوں معروف سماوی شریعتوں کے خلاف اِسلام نے جنگ اور قتال کے جو اُصول متعین کیے اور اُن پر جس اہتمام کے ساتھ خود ہمارے نبی پاک ﷺ اور آپ کے اَصحاب اور مجاہدین اِسلام نے سختی کے ساتھ عمل کیا اور جس طرح سے قرنِ اَوّل میں مسلمانوں میں اِنسانی اَقدار کے تحفظ وتکریم کی تابناک مثالیں پیش کیں وہ اپنے آپ میں لازوال ہیں اور اِس بات کا بین ثبوت ہیں کہ اِسلام کی اِشاعت میں تلوار یا زور زبردستی کا اَدنیٰ دخل بھی نہیں رہا۔

اِس کے برخلاف عیسائیت کے ماننے والوں کی پوری تاریخ بے قصور اِنسانوں کے خون سے گلنار ہے، ماضی میں رُومیوں نے بے شمار اِنسانوں کو تہِ تیغ کیا،متعدد یورپی قوموں نے اِنسانی خون کو پانی کی طرح بہایا، گیارہویں بارہویں صدی عیسوی میں جو سلسلہ وار جنگیں عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان ہوئی تھیں وہ خود عیسائیوں نے ہی بھڑکائی تھیں، چپے چپے سے اُن کی اَفواج نے جمع ہوکر اِسلامی مملکت وخلافت پر حملے کیے،مسلمانوں کو قتل کیا اور اِس اَندوہناک اِنسانیت کُش مہم کی پشت پر اِعلانیہ طور پر اُن کے مذہبی رہنما، راہب اور پاپاؤں کا ہاتھ رہا۔ یہ وہ تاریخی حقائق ہیں جن کا اِنکار نہ تو مسیحی علماء کرسکتے ہیں اور نہ ہی مستشرقین۔

پھر بیسویں صدی میں جو پوری دُنیا میں صلیبی حکومت قائم کرنے کے جنون میں دُنیا کے طول وعرض پر حملے کیے گئے، وہ سب بھی تاریخ کے اَوراق میں محفوظ ہی ہیں،تاریخ میں برطانیہ، رُوم، اِٹلی، فرانس اور اَمریکی اِتحاد کے ترجمان لارڈ لنبی کا وہ قول بھی محفوظ ہے جس میں اُس نے ۱۹۱۸ء میں پہلی عالمی جنگ کے اِختتام اور بیت المقدس پر قبضے کے موقع پر کہا تھا کہ صلیبی جنگوں کا اِختتام تو اَب ہوا ہے۔ اِسی موقع پر فرانسیسی ترجمان نے دمشق میں اِسلامی قائد سلطان صلاح الدین اَیوبی کی قبر کے پاس جاکر یہ کہا تھا کہ صلاح الدین ! ہم واپس آ گئے۔

بوسنیا، چیچنیا، ہرزے گوینا اور متعدد اَفریقی ملکوں میں جو مسلمانوں کی جان، مال اور عزت وآبرو پر بے تحاشا ڈاکے ڈالے گئے وہ بھی صلیبیت کے ہی نام پر تھے حالانکہ اِن سب کے برخلاف اِسلام نے اپنے تمام تر تاریخی مراحل میں اپنی صاف شفاف اور روشن تعلیمات کے ذریعے اِنسانی قلوب کو مسخر کیا۔ عقائد، عبادات، اَخلاق، معاملات، جنگ واَمن کے دوران دی جانے والی اُس کی ہدایتیں، غلبہ اور فتح کے دوران اُس کی انسانیت نوازی پر مبنی تعلیم اور اُس کے مبنی بر اِنصاف سیاسی نظام نے لوگوں کو ہر دور میں اپنی جانب مائل کیا اور وہ اُس کی صداقت وحقانیت کے قائل ہوکر حلقہ بگوشِ اِسلام ہوتے رہے، اِسلامی قلمرو میں جو دُوسرے مذاہب کو ماننے والی قومیں رہتی تھیں اُنہیں پوری اَمان ملتی تھی، ایسی، جیسی اُن کے اپنے ہم مذہب بادشاہ بھی نہیں دیتے تھے۔

**اِسلامی دعوت کی تاریخ اور فرضیتِ جہاد کے اَسباب :**

**اِسلام کے مزاج میں سلامتی اور صلح جوئی کا عنصر شامل ہے تو پھر اُس نے جہاد کو فرض کیوں قرار دیا ؟**

یہ ایک اہم سوال ہے اور اِس کا جواب ہمیں اِسلام کے بالکل اِبتدائی دور، نبی پاک ﷺ کی سیرتِ مبارکہ، خلفاے راشدین، دیگر اَصحاب وتابعین اور موجودہ اِسلامی تاریخ سب کو سامنے رکھتے ہوئے تلاش کرنا ہوگا، ویسے یہ تو ایک واضح سچائی ہے کہ باوجودیکہ کم وبیش ایک ہزار سال تک مسلمانوں نے دُنیا کے ایک بڑے حصے پر حکومت کی لیکن آج بھی اُن کی تعداد دُنیا کی مجموعی آبادی کا زیادہ سے زیادہ ۲۲ رفیصد ہے یعنی سات اَرب میں سے ایک اَرب ستر کروڑ کے لگ بھگ، یہ بھی اِس حقیقت کی واضح دلیل ہے کہ مسلمانوں نے دین کی اِشاعت میں زبردستی سے کام نہیں لیا کیونکہ اگر وہ چاہتے تو کم اَزکم اپنی سیاست کے عروج کے زمانے میں تو ایسا کرہی سکتے تھے کہ دُنیا بھر کی قوموں کو شمشیر کی نوک پر اِسلام کے دائرے میں داخل کرلیتے مگر اُنہوں نے ایسا نہیں کیا۔

(۱) بعثت کے بعد نبی پاک ﷺ مکہ میں تیرہ سال تک مقیم رہے، اِس دوران آپ نے مکہ والوں کو توحید، رسالت اور قرآنی واِسلامی تعلیمات کو قبول کرنے کی دعوت دی، اِس دوران مکہ کے

بہت سے خوش نصیب اَفراد نے اِیمان قبول بھی کیا، اُن میں اَشرافِ قوم بھی تھے اور کم درجے کے لوگ بھی اَلبتہ نچلے درجے کے لوگوں کی تعداد زیادہ تھی اور اِس حقیقت میں کوئی دو رائے نہیں ہو سکتی کہ نبی پاک علیہ السلام کے پاس اِتنا مال و دولت نہیں تھا کہ جسے لوگوں میں تقسیم کر کے اُنہیں اِسلام کی طرف راغب کرتے، یہی وجہ ہے کہ اِسلام لانے کی پاداش میں مسلمانوں اور اُن میں سے بھی فقراء اور غرباء اور کمزور طبقے سے تعلق رکھنے والوں کو کفارِ مکہ کی جانب سے سخت اَذیتوں کا سامنا کرنا پڑا لیکن چونکہ اُنہوں نے کسی ظاہری لالچ یا خوف کی وجہ سے نہیں بلکہ دل کی رضا سے اِسلام قبول کیا تھا اِس لیے اُن کے اِیمان و یقین میں ذرا بھی لغزش نہیں آئی بلکہ اُنہیں جتنا زیادہ تکلیفوں سے گزارا گیا اُن کی قوتِ اِیمانی میں اُتنا زیادہ اِضافہ ہوتا گیا، یہی وجہ ہے کہ ہمیں اُس دور میں کوئی ایسا واقعہ نہیں ملتا کہ جس میں کسی شخص نے اِسلام لانے کے بعد اُس دین سے نفرت اور ناپسندیدگی کی وجہ سے رِدّت اِختیار کر لی ہو یا اُسے کفار و مشرکین کے مکر و فریب نے اپنے دین اور مذہب سے بیزار کر دیا ہو بلکہ اِس کے برخلاف ہمیں ایسے واقعات ملتے ہیں کہ جن میں بعض مسلمانوں کو جب اِسلام کے راستے میں سخت سے سخت عذاب دیا گیا اُنہیں آگ میں ڈالا گیا یا جلتی ہوئی ریت پر کھلے بدن گھسیٹا گیا تو اُنہیں ایک خاص قسم کی رُوحانی لذت ٹھنڈک اور حلاوت محسوس ہوئی۔

(۲) پھر جب کفارِ مکہ کی جانب سے اَذیتوں کا سلسلہ دراز سے دراز تر ہوتا گیا اور مسلمانوں کے لیے مکہ میں رہنا نہایت ہی ناممکن ہو گیا تو اللہ کے نبی نے بعض کمزور اور مصیبت زدہ مسلمانوں کو حبشہ کی جانب ہجرت کی اِجازت دے دی چنانچہ مسلمانوں کی ایک جماعت نے حبشہ کی جانب ہجرت کر لی پھر اُس کے بعد ہجرتِ کبریٰ یعنی مکہ سے مدینہ کی جانب ہجرت کا واقعہ رُونما ہوا، اِس میں نبی پاک علیہ السلام کے ساتھ تمام صحابہ کرام بھی شامل تھے جنہوں نے محض اِسلام کی حفاظت اور دین کی تبلیغ و اِشاعت کی خاطر اپنے گھر بار، آل اَولاد اور اَموال و جائیداد تک کو چھوڑ دینا گوارہ کر لیا، مدینے کے قیام کے دوران شروع کے ایک ڈیڑھ سال تک آپ وہاں کے لوگوں کو اِنتہائی پُر اَمن طریقے سے اور حکمت و موعظت کے ساتھ دین کی تبلیغ کرتے رہے، مدینے کے بہت سے لوگ اور قبیلے مدینے میں آپ کی

آمد سے پہلے ہی مکہ جا کر اپنی مرضی اور دِلی خوشی کے ساتھ اِسلام قبول کر چکے تھے، مکہ کے تیرہ سال اور مدینہ کے تقریبًا ڈیڑھ سالوں کے درمیان مسلمانوں کی جو حالت تھی وہ سیرت و تاریخ کی کتابوں میں موجود ہے اور اُسے جاننے اور پڑھنے کے بعد کوئی ناعقل، متعصب اور بغض و حسد کے خطرناک مرض کا شکار شخص ہی یہ کہہ سکتا ہے کہ جتنے بھی لوگوں نے اِسلام قبول کیا وہ خارجی دباو، ڈر، خوف یا لالچ کی وجہ سے کیا۔

(۳) ہجرتِ مدینہ کے دُوسرے سال کے اَواخر یا نصف میں مسلمانوں کو جہاد اور کافروں کے خلاف مقاتلے کی اِجازت مل گئی لیکن یہ جہاد اِس لیے نہیں مشروع کیا گیا کہ اِس کے ذریعے سے کافروں اور مشرکوں کو زبردستی دائرہ اِسلام میں داخل کیا جائے بلکہ اللہ نے اِسے اِس لیے مشروع کیا کہ اِس کے ذریعے سے دینِ اِسلام کا دفاع کیا جائے، اُس کو درپیش مشکلات اور عوائق و موانع کا مقابلہ کیا جائے اور اُس کی اِشاعت کی راہ میں حائل ہونے والوں کو دُور کیا جائے، مسلمانوں کی حفاظت کو یقینی بنایا جائے، رُوئے زمین پر ایک خدا کی پرستش اور عبادت کے تصور کو عام کیا جائے، ظلم و زیادتی، نااِنصافی، بداَمنی کا خاتمہ کیا جائے، پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے قتال اور جہاد کا حکم دیتے وقت بھی مسلمانوں کو یہ تلقین کی کہ وہ ایسے لوگوں پر دورانِ جنگ ہاتھ نہ اُٹھائیں جنہوں نے مذہب کے نام پر اُنہیں پریشان نہیں کیا اور اُن کی ایذا رسانیوں میں دُوسروں کے ساتھ شریک نہ رہے، مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ دورانِ جنگ ایسے لوگوں سے اپنے ہاتھ کھینچے رکھیں، اُن کے ساتھ اِنصاف اور حسنِ سلوک کا معاملہ کریں، اِرشادِ باری تعالیٰ ہے :

﴿ لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْا اِلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ○ اِنَّمَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قَاتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظَاهَرُوْا عَلٰى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾ (سُورۃ الممتحنہ : ۸،۹)

اِس آیتِ کریمہ سے واضح طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اِسلام کا موقف یہ نہیں کہ اگر تم ہمارے

ساتھ صلح کرو تو ہم تمہارے ساتھ صلح پسندی کا معاملہ کریں گے بلکہ وہ کافروں کی جماعت کے ساتھ بھی رحم وکرم اور حسنِ سلوک کا حکم دیتا ہے۔

پھر قرآنِ کریم میں دین سے روکنے والے اور دین کے راستے میں روڑا اَٹکانے والے کافروں کے ساتھ جنگ کرنے کا جو حکم دیا گیا تو مطلقاً نہیں بلکہ اُس میں بھی حدود وقیود طے کر دیے گئے اور حدِ اِعتدال سے تجاوز کو ممنوع قرار دیا گیا :

﴿ وَقَاتِلُوْا فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ﴾ (سُورۃ البقرۃ :۱۹۰)

یہ اور اِن کے علاوہ دیگر قرآنی آیتوں اور خدائی اَحکام کی روشنی میں نبی پاک ﷺ نے اپنے اَصحاب اور مجاہدین کو جنگ کے رہنما اُصول بتائے جن پر وہ ہمیشہ کار بند رہے، کمزوری ومغلوبیت کے زمانے میں بھی اور فتح اور غلبہ کے بعد بھی اُنہوں نے کسی بھی موقع پر مفتوحین کے ساتھ روایتی فاتحین جیسا حیوانی سلوک نہیں کیا، اُنہوں نے کسی بھی جنگ میں عورتوں اور بچوں پر ہاتھ نہیں اُٹھایا اُنہوں نے کسی بھی شہر یا ملک کو فتح کرنے کے بعد شہریوں کے اَموال وجائیداد اور عورتوں کو اپنی ملکیت نہیں بنایا اور اُن کی عصمت وعفت پر دَست درازی نہیں کی بلکہ اِسلامی ضابطے کے مطابق اپنے سپہ سالار کی ہدایت پر عمل کیا، یہی وجہ ہے کہ اُن کے ایسے کردار سے متاثر ہونے والوں اور پھر دامنِ اِسلام سے وابستہ ہونے والوں میں مسلسل اِضافہ ہوا اور اِسلام اپنی آمد کے بعد بہت ہی کم دنوں میں دُنیا بھر کے بیشتر خطوں میں پھیل گیا۔

(۴) اِسلام کی بنیادی تعلیمات (نصوصِ قرآن، اَحادیثِ کریمہ) اِس تصور کو سرے سے مسترد کرتی ہیں کہ اِس کی اِشاعت میں کسی بھی قسم کی زور زبردستی کا دخل رہا ہے، قرآنِ کریم میں متعدد مقامات پر اِس چیز کو بیان کیا گیا ہے، اِرشادِ باری ہے :

﴿ لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ ج فَمَنْ یَّکْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَیُؤْمِنْ بِاللّٰہِ فَقَدِ اسْتَمْسَکَ بِالْعُرْوَۃِ الْوُثْقٰی ق لَا انْفِصَامَ لَھَا ط وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴾

(سُورۃ البقرہ : ۲۵۶)

''دین کے معاملے میں کوئی زبردستی نہیں، ہدایت اور گمراہی دونوں واضح ہیں، پس جو شخص باطل معبودوں کا اِنکار کر کے ایک خدا پر اِیمان لے آیا اُس نے مضبوط چیز کو تھام لیا جو جدا ہونے والی نہیں ہے اور اللہ سننے اور جاننے والا ہے۔''

اِس آیتِ کریمہ کے سببِ نزول کو جان لینا بھی دلچسپی سے خالی نہیں، مفسرین نے بیان کیا ہے کہ اَنصار کے بنی سالم بن عوف کے ایک شخص کے پاس دو بیٹے تھے جو بعثتِ نبوی سے قبل ہی نصرانی مذہب اِختیار کر چکے تھے، ایک زمانے کے بعد وہ دونوں نصرانیوں کی ایک جماعت کے ساتھ مدینہ تجارت کی غرض سے آئے، اُن کے والد (جو مسلمان ہو چکے تھے) نے جب اِنہیں دیکھا تو اِن کے پیچھے پڑ گئے اور کہنے لگے کہ جب تک تم دونوں مسلمان نہیں ہو جاتے میں تمہیں چھوڑوں گا نہیں، یہاں تک کہ یہ معاملہ نبی پاک ﷺ تک پہنچ گیا، اَنصاری صحابی نے آپ سے کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ میرے جسم کے ٹکڑے جہنم میں داخل ہوں اور میں دیکھتا رہوں ؟ (ایسا نہیں ہوسکتا)۔ اِسی موقع پر مندرجہ بالا آیتِ کریمہ نازل ہوئی جس میں یہ واضح کردیا گیا کہ اِیمان اور کفر اِنسان کا ذاتی معاملہ ہے، کوئی کسی کو ایک مذہب چھوڑ کر دُوسرا مذہب اِختیار کرنے پر مجبور نہیں کرسکتا چنانچہ اُنہوں نے اپنے بیٹوں کا راستہ چھوڑ دیا۔

اِمام زہریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے قولِ باری تعالیٰ ﴿لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ﴾ کے بارے میں زید بن اسلم سے دریافت کیا تو اُنہوں نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے مکہ کی زندگی میں کسی کو مذہب اِسلام اِختیار کرنے پر مجبور نہیں کیا، اِس کے باوجود کفار آپ کی جان کے درپے ہوگئے تو ایسے موقع پر اللہ نے آپ کو اُن سے لڑنے کی اِجازت مرحمت فرمادی اور ﴿لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ اِسلام اپنے ماننے والوں کو اِس کی اِجازت نہیں دیتا کہ وہ اِس میں داخل ہونے کے لیے کسی کو مجبور کریں۔

دُوسری جگہ اِرشادِ باری ہے :

﴿اَفَاَنْتَ تُکْرِہُ النَّاسَ حَتّٰی یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ﴾ (سُورہ یونس : ۹۹)

''کیا آپ لوگوں کو اِیمان لانے کے لیے مجبور کریں گے؟ (یعنی آپ ایسا نہیں کرسکتے)۔''

ایک اور جگہ فرمایا :

﴿ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ﴾(سُورۃ الکھف : ۲۹ )

''جو چاہے وہ اِیمان لائے اور جو چاہے وہ کفر کرے۔''

یعنی اپنی مرضی سے جو شخص اِیمان قبول کرے گا اُسے اُس کا اَجر ملے گا اور جو اِنکار و شرک کا اِرتکاب کرے گا وہ اُس کے اَنجامِ بد سے دوچار ہوگا، اِس معاملے میں کسی پر کسی قسم کا دباؤ نہیں ڈالا جائے گا۔

اِس آیت سے صریح طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ہر اِنسان کے اِختیار اور رضامندی کا معاملہ ہے کہ جونسا مذہب چاہے اِختیار کرے اور جسے چاہے ترک کردے، ہاں بتقاضائے مصلحتِ اِنسانی ومقصدِ تخلیقِ اِنسانی اللہ تبارک وتعالیٰ کو دینِ وحدانیت پسندیدہ ہے، وہ اِیمان و اِسلام کو پسند کرتا ہے اور اُسی کی طرف لوگوں کو دعوت دیتا ہے جبکہ کفر سے روکتا ہے اور اُس کے بدترین نتائج سے لوگوں کو باخبر کرتا ہے، قرآنِ کریم میں اِس مفہوم کی آیتیں بکثرت پائی جاتی ہیں، اِسلام کے ایک آخری پسندیدہ اور مکمل مذہب ہونے کی وجہ سے ہی اللہ تبارک وتعالیٰ نے اِنسانوں کو مذہب کے معاملے میں اِختیار دینے کے باوجود فرمایا ہے :

﴿ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ﴾(سُورۃ الکھف : ۲۹ )

'' ہم نے کافروں کے لیے جہنم کی آگ تیار کر رکھی ہے جس کی قناتیں اُنہیں چاروں جانب سے گھیر لیں گی۔''

اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو شریک ٹھہرانا اور اُس کی وحدانیت کا اِنکار کرنا اِنسانی تاریخ کا سب سے بڑا ظلم ہے اِس لیے قرآن میں جو مذہب کے حوالے سے عدمِ اِکراہ اور تخییر کی بات آئی ہے اِس سے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ کفر وشرک کرنا جائز ہے یا اللہ تبارک وتعالیٰ ایسا کرنے والوں سے بھی راضی ہیں، ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا، یہی وجہ ہے کہ علمائے تفسیر نے مذکورہ بالا آیتوں کو تہدید اور وعید پر مشتمل قرار دیا ہے حتی کہ بہت سے علمائے بلاغت تہدید و وعید کے مواقع پر بطورِ مثال کے اِن ہی آیتوں

کو پیش کرتے ہیں، پس معلوم ہوا کہ گویا آیتیں اپنی ظاہری نص کے اِعتبار سے تخییر کے معنی پر مشتمل ہیں لیکن یہ تخییر ایسی ہے کہ جس میں تہدید اور دھمکی کا مفہوم بھی پایا جاتا ہے، اِن آیتوں سے یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ اِسلام میں مذہب کے معاملے میں کسی پر کوئی جبر اور زبردستی نہیں کی جائے گی لیکن اِس سے یہ ہرگز نہ سمجھا جائے کہ اِسلام کے ساتھ ساتھ دُنیا بھر کے تمام موجودہ مذاہب حق پر ہیں اور اِنسان جس مذہب پر بھی چاہے اِعتقاد رکھے اور اُسی کے مطابق زندگی گزارے، ایسا ہرگز بھی نہیں، اِیمان کو چھوڑ کر کفر اِختیار کرنے کی سزا تو ملنی ہی ہے، اَحادیث میں بھی اِس مفہوم کی روایتیں پائی جاتی ہیں جن میں سے بعض کا ذکر کیا جاتا ہے۔

اِمام مسلمؒ نے اپنی صحیح میں اپنی سند سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی پاک ﷺ جب بھی کسی شخص کو کسی اِسلامی فوج کا اَمیر اور سپہ سالار بناتے تو اُسے تقویٰ اِختیار کرنے اور ساتھی مجاہدین کے ساتھ حسنِ سلوک کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے کہ اللہ کے راستے میں اللہ کا نام لے کر لڑو، کافروں سے قتال کرو، لڑو اور دھوکہ وفریب نہ دو، لاشوں کا مثلہ نہ کرو، کسی نوزائیدہ بچے کو قتل نہ کرو اور جب بھی کسی مشرک قوم سے مقابلہ ہو تو اُسے تین باتوں کی دعوت دو، وہ اُن میں سے جس بات کو بھی قبول کر لیں تو تم اُسے چھوڑ دو، تم اُسے اِسلام کی دعوت دو پس اگر وہ اِسلام قبول کر لے تو تم بھی اُنہیں قبول کر لو اور اُنہیں کسی قسم کا گزند نہ پہنچاؤ اور اگر وہ لوگ اِنکار کریں تو اُن (کے تحفظ کے لیے) سے جزیہ مانگو، اگر وہ جزیہ دینے کے لیے تیار ہو جائیں تو اُنہیں اپنے حال پر چھوڑ دو اور اگر وہ جزیہ دینے کے لیے بھی آمادہ نہ ہوں تو پھر تم اللہ کی نصرت و مدد طلب کرو اور اُن سے قتال کرو۔

اِس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ اللہ کے نبی نے مسلمانوں کو اُسی وقت کافروں سے لڑنے کی اِجازت دی ہے جب اَمن اور صلح کی کوئی راہ باقی نہ رہے اور قطعی طور پر یہ ثابت ہو جائے کہ کفار و مشرکین اپنے کبر و غرور اور خدا بیزاری میں حد سے گزرے ہوئے ہیں، ہاں اِس ذیل میں یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ جزیہ لوگوں کو اِسلام پر مجبور کرنے کے لیے نہیں بلکہ یہ اِسلامی مملکت و حکومت کے ذریعے اُن کی خدمات، حفاظتی تدابیر اور نگہداشت کے عوض ہے، اِسلامی تاریخ میں اِس کی ایک واضح ترین اور

سب سے بڑی دلیل وہ واقعہ ہے جسے علامہ بلاذریؒ نے اپنی کتاب ''فتوح البلدان'' میں نقل کیا ہے کہ

''جب ہرقل نے مسلمانوں سے مقابلے کے لیے اپنے لوگوں کو اکٹھا کیا اور یرموک کا واقعہ پیش آیا تو مسلمانوں نے حمص کے عیسائیوں سے لیا ہوا جزیہ واپس کردینے کا فیصلہ کیا اور اُن سے کہا کہ ہم تمہاری حفاظت اور مدد نہیں کر سکے لہٰذا تم خود اپنا اِنتظام کرلو اور ہم تم سے لیا ہوا مال واپس کیے دیتے ہیں، تو حمص والوں نے کہا کہ تمہاری ولایت اور اِنصاف ہمارے لیے ہمارے بادشاہ کے ظلم و جور سے زیادہ پسندیدہ اور محبوب ہے اور ہم سب تمہاری فوج اور سپہ سالار کے ساتھ مِل کر ہرقل کی فوج کا مقابلہ کریں گے، اِسی طرح دُوسرے شہروں کے اُن یہود و نصارٰی نے بھی یہی بات کہی جن سے مسلمانوں نے صلح کر رکھی تھی، اُن سب نے کہا کہ اگر رُوم کا بادشاہ اور اُس کی فوج ہم پر غالب آجاتی ہے تو ہمیں پھر پہلے جیسے برے دن ہی دیکھنے پڑیں گے اور جب تک ہم مسلمانوں کی حفاظت میں ہیں اپنی اپنی زندگی جینے کے لیے آزاد ہیں۔'' (فتوح البلدان عربی ۱/۱۴۴، اُردو ترجمہ ۱/۲۲۱)

اگر اِس موقع پر کسی شخص کو اللہ کے نبی کے اِس قول اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی یَقُوْلُوْا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے حوالے سے کوئی اِشکال ہو اور وہ کہے کہ اللہ کے نبی تو یہ فرمارہے ہیں کہ مجھے اُس وقت تک کافروں سے لڑنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک وہ سب کے سب اِسلام قبول نہ کرلیں تو پھر یہ مصالحت اور کافروں کو اپنے مذہب پر برقرار رکھنے والی بات کیسے مان لی جائے ؟ تو محدثین نے اِس کا جواب یہ دیا ہے کہ نبی پاک ﷺ کا یہ قول ایک خاص پس منظر میں ہے اور اِس سے مراد عرب کے بت پرست ہیں، رہی بات یہود و نصارٰی جیسے اہلِ کتاب کی، تو اُن کے ساتھ تو وہی معاملہ کیا جائے گا جس کی صراحت گزشتہ حدیث میں ہوئی ہے، ویسے بہت سے محدثین مثلاً اِمام مالکؒ اور اِمام اَوزاعیؒ مشرکینِ عرب سے بھی اِسی مذکورہ اُصول کے مطابق عمل کرنے کے قائل ہیں یعنی اُنہیں بھی اِسلام پیش کیا جائے گا، نہ مانیں تو اِسلامی قلم رو میں رہنے کے عوض اُن کی حفاظت

کے مصارف کے طور پر اُن سے جزیہ طلب کیا جائے گا اور اگر وہ اِس پر بھی راضی نہ ہوں تو پھر اُن سے قتال کیا جائے گا۔

اگر ہم غور کریں تو اِمام مالکؒ اور اِمام اَوزاعیؒ کا مسلک اِسلامی تاریخ کے اِبتدائی دور کے پس منظر میں غلط بھی نہیں ہے کیونکہ فتحِ مکہ تک جو لوگ کفر و شرک پر جمے ہوئے تھے اُنہوں نے اِسلام کی راہ میں روڑے اَٹکانے کی تمام تر کوششیں کر لی تھیں پھر یہ کہ وہ لوگ تو نبی پاک ﷺ کی صداقت وحقانیت کو دُوسرے تمام خطوں کے لوگوں سے زیادہ جانتے اور سمجھتے تھے کیونکہ خود نبی پاک ﷺ بھی عربی النسب اور اُن ہی کے وطن اور قوم کے فرد تھے اور جو قرآن آپ پر اُتارا گیا تھا وہ بھی اُن ہی کی زبان عربی میں اُتارا گیا تھا تو اِس طرح حق تو اُن کی نگاہوں کے سامنے بالکل واضح اور صاف تھا، اگر وہ اِس کے باوجود اِیمان نہیں لائے تو اِس کا مطلب اِس کے علاوہ اور کیا ہوسکتا ہے کہ وہ راہِ حق سے خود بھی سر گرداں تھے اور متبعینِ حق کو اِن کے راستے سے ہٹانے اور بھٹکانے پر بھی تلے ہوئے تھے۔ مزید یہ کہ شرک اور کفر سراسر ایک باطل مذہب ہے اور باطل مذاہب کے پیروکاروں کا یہ شیوہ رہا ہے کہ وہ حق کے خلاف پوری قوت سے اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور حق پرستوں کو دبانے اور مٹانے کے لیے تمام تر تدبیریں بروئے کار لاتے ہیں، ماضی میں بھی ایسا ہوتا رہا ہے اور عصرِ حاضر میں بھی یہ سلسلہ پوری قوت کے ساتھ جاری وساری ہے، ہم دیکھ رہے ہیں کہ آج دُنیا میں جو قومیں متمدن اور ترقی یافتہ سمجھی جاتی ہیں وہ اپنی شان وشوکت کے تحفظ کی خاطر کیا کیا نہیں کر رہی ہیں، صرف اپنے مفادات کی خاطر آئے دن لاکھوں اِنسانوں کی جانیں لے رہی ہیں، ملکوں کو تاراج اور شہروں کو برباد اور نیست ونابود کر رہی ہیں لیکن چونکہ دانش وبینش اور فکر وعقل کے پیمانے بدل چکے ہیں اِس لیے اِن پر تو کوئی بھی اِشکال نہیں کرتا، کیا اپنا سرِ پُرغرور اُونچا رکھنے کے لیے اُن کی یہ اِنسانیت کُش کارروائیاں حلال ہیں جبکہ یہی اگر کوئی اور قوم اپنے تحفظ کی خاطر کرتی ہے تو اُس کے لیے حرام قرار دیا جاتا ہے۔

فتحِ مکہ کے بعد عرب کے بیشتر اَفراد اور قبائل اِسلام کی حقانیت کو سمجھ لینے کے بعد اُس کے دامن سے وابستہ ہو چکے تھے، ایسے لوگوں کی تعداد بہت ہی کم تھی جو تا ہنوز اپنے کفر پر اَڑے ہوئے تھے

ایسے میں اُن کے ساتھ جو بھی کیا گیا وہ ظلم ہرگز نہیں تھا، وہ عین اِنصاف تھا اور اِس سے اِسلام کے خلاف اِفترا پردازی کرنے والوں کو دلیل پکڑنے کا کوئی جواز نہیں ملتا۔

(۵) پھر بہتان طرازوں کو اگر سیرتِ نبوی کا یہ پہلو سمجھ میں آجائے جو سراسر عفو و درگزر اور رحمت و مساحت پر مشتمل ہے تو شاید ہی وہ اِس کی جرأت کر سکیں، کیا آپ نے جنگی قیدیوں کو کبھی بھی اِسلام لانے پر مجبور کیا ؟ کبھی نہیں ! بلکہ آپ نے اُنہیں اُن کے حال پر چھوڑ دیا، مثال کے طور پر

''قبیلہ بنی حنیفہ کے سردار ثمامہ بن اُثال حنفی کا واقعہ لے لیجیے جنہیں مسلمانوں نے کسی سریہ میں گرفتار کرلیا تھا، وہ لوگ اِنہیں پہچانتے بھی نہیں تھے، صحابہ کرامؓ اِنہیں پکڑ کر آپ کی خدمت میں لائے، جب آپ نے اِنہیں دیکھا تو فوراً پہچان گئے کہ یہ تو اپنے قبیلے کے سردار ہیں، آپ نے اُنہیں اُن کے حسبِ مقام عزت و اِحترام دیا، اُنہیں تین دن تک اپنے یہاں ٹھہرائے رکھا، ہر دن آنحضرت ﷺ اُن سے خیریت پوچھتے، وہ جواباً عرض کرتے کہ اگر آپ کو مجھ سے مال چاہیے تو میں دینے کو تیار ہوں اور اگر آپ مجھے قتل کر دیتے ہیں تو ایک (مجرم) خون والے شخص کا قتل کریں گے (یعنی آپ کو جنگ کے اُصول کے مطابق اِس کا بھی اِختیار ہے کہ آپ مجھے قتل کر دیں) اور اگر آپ مجھ پر اِحسان کرتے ہیں تو آپ ایک اِحسان شناس شخص پر اِحسان کریں گے (یعنی میں آپ کے اِحسان کا بدلہ چکا دُوں گا)، نبی پاک اُن کو اُن کے حال پر چھوڑ دیتے یہاں تک کہ نبی پاک اور مسلمانوں کی نرم خوئی اور حسنِ سلوک نے ثمامہ کے دل کو نرم کر دیا۔ حضور ﷺ نے اُنہیں چھوڑ دیا چنانچہ وہ گئے غسل کیا پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوری خوش دلی اور اِطمینانِ قلب کے ساتھ اِیمان قبول کرلیا اور آپ سے کہا اے محمد ﷺ رُوئے زمین پر آپ سے زیادہ مبغوض میری نگاہوں میں کوئی نہیں تھا لیکن اب رُوئے زمین پر آپ سے زیادہ محبوب شخص میری نگاہوں میں کوئی نہیں ہے، بخدا پہلے

رُوئے زمین پر آپ کے لائے ہوئے مذہب سے زیادہ ناپسندیدہ میرے نزدیک کوئی مذہب نہیں تھا لیکن اب آپ کا لایا ہوا دین اور مذہب میرے نزدیک سب سے پسندیدہ اور محبوب بن چکا ہے، پہلے آپ کے شہر سے زیادہ ناپسندیدہ میرے لیے کوئی بھی شہر نہیں تھا مگر اب آپ کے شہر سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ بھی کوئی شہر نہیں۔'' (بخاری شریف کتاب المغازی رقم الحدیث ۴۳۷۲)

آپ کو اِن کے اِسلام لانے سے بڑی خوشی ہوئی کیونکہ وہ قبیلے کے سردار تھے اور بعد میں اِن کی اِتباع میں اِن کے قبیلے اور قوم کے بہت سے اَفراد نے اِسلام قبول کرلیا، پھر نبی پاک کی مسامحت اور نرمی کا یہ معاملہ صرف ثمامہ اور اُن کی قوم تک ہی محدود نہیں رہا بلکہ یہ آگے بڑھ کر اُن لوگوں تک بھی پہنچ گیا جو مسلمانوں کے روایتی اور پکے دُشمن تھے، ہوا یوں کہ جب ثمامہ اور اُن کی قوم اِسلام لے آئے اور اِسلام لانے کے بعد یہ لوگ اپنے وطن واپس لوٹے تو اَوّلاً تو مکہ والوں نے اُنہیں بھی تنگ کرنا چاہا مگر چونکہ یمامہ کے غلہ جات ہی سے اُن کی گزر بسر ہوتی تھی اِس لیے اُنہوں نے اپنا اِرادہ منسوخ کردیا لیکن ثمامہ نے مسلمانوں پر اُن کے مظالم کا بدلہ لینے کی غرض سے اُن کو غلہ نہ دینے کی قسم کھالی، اب مکہ والے زبردست مصیبت میں پھنس گئے، اُنہیں کوئی راہ اِس مشکل سے نکلنے کی نظر نہ آتی تھی، بالآخر اُنہیں ایک اُمید گاہ نظر آئی اور وہ خواہی نخواہی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پہنچے، معاملہ بتایا اور سفارش کی درخواست کی۔ ایسے موقع پر دُنیا کا عام قسم کا قائد، فاتح یا مصلح کیا کرتا، یہ کوئی بھی باعقل شخص سمجھ سکتا ہے لیکن ہمارے نبی نے وہ نہیں کیا، آپ نے ثمامہ کو اپنی قسم پر برقرار رہنے اور مکہ والوں کو اِیمان لانے پر مجبور کرنے کو نہیں کہا، نہ خود آپ نے اُس وقت مکہ والوں کو اِس قسم کی کوئی بات کہی بلکہ آپ نے ثمامہ کو خبر بھجوائی کہ مکہ والوں تک غلہ رسانی کا سابقہ نظام جاری رکھو، کیا دُنیا کا کوئی بھی مذہب کشادہ ظرفی اور اِنسانیت نوازی کی ایسی مثال پیش کرسکتا ہے ؟

حضرت ثمامہ نبی پاک ﷺ کے ذاتی کردار اور مسلمانوں کے حسنِ سلوک اور اِسلام کی حقانیت سے کس قدر متاثر ہوئے تھے، اِس کا اَندازہ اِس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ جب آپ کی وفات

کے بعد یمامہ میں مسیلمہ کذاب کا فتنہ ظہور پذیر ہوا اور بہت سے لوگ مرتد ہو گئے تو بھی ثمامہ اور اُن کے متبعین نے اِرتداد کی راہ نہیں اِختیار کی ، وہ پکڑ پکڑ کر مسیلمہ کے جھوٹے دعویٰ نبوت پر اِیمان لانے والوں کو سمجھاتے اور چیخ چیخ کر لوگوں کو کہتے کہ تم اِس تاریکی سے بچو جس میں روشنی کا شائبہ تک نہیں ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ کی جانب سے یہ فتنہ اپنے متبعین کے لیے لعنت و محرومی کا سبب ہے اور نہ ماننے والوں کے لیے وقتی آزمائش ہے لیکن جب اُن کے اِس اعلانِ عام کے باوجود مرتدین نے اُن کی بات نہیں مانی تو ثمامہ اپنے لوگوں کو لے کر علا بن حضرمی کے پاس چلے گئے اور پھر مسیلمہ اور اُس کی جھوٹی نبوت کو ماننے والوں کی اچھی طرح خبر لی۔

**ایک اور واقعہ :**

جب آپ نے مکہ فتح کرلیا اور مسلمان اللہ تبارک و تعالیٰ کی خاص نصرت اور مدد کی بدولت مکے میں داخل ہو گئے تو وہاں پہنچنے کے بعد اَوّلاً تو آپ نے عفوِ عام کا اعلان کر دیا مگر کچھ ایسے لوگ تھے جو ماضی میں اِسلام اور پیغمبر اِسلام کی مخالفت اور اِیذارسانیوں میں بڑا نام پیدا کیے ہوئے تھے اور اُنہوں نے مسلمانوں کو بھی طرح طرح کی تکلیفیں پہنچائی تھیں ، ایسے لوگوں کے بارے میں آپ نے اعلان یہ کیا کہ وہ یا تو مکہ چھوڑ کر نکل جائیں یا مسلمان اُنہیں جہاں بھی دیکھیں قتل کر دیں ، اُن کے لیے اُن کے سنگین جرائم کی وجہ سے معافی کی کوئی گنجائش نہیں تھی ، ایسے ہی لوگوں میں سے ایک صفوان بن اُمیہ بھی تھے ، جب اُن کو معاملے کی بھنک لگی تو وہ چھپ گئے بلکہ اُنہوں نے گھبراہٹ کے عالم میں خودکشی کا اِرادہ کرلیا ، اِتنے میں اُن کے چچازاد بھائی عمیر بن وہب جمحی آپ کی خدمت میں آئے اور اُنہوں نے آپ سے کہا اللہ کے رسول صفوان اپنی قوم کا سردار ہے اور وہ اپنے آپ کو سمندر میں غرق کر کے ہلاک کرنے جارہا ہے ، آپ اُسے اَمان دے دیں ، نبی پاک ﷺ نے اُن کی یہ بات سن کر اپنا عمامہ مبارک اُتارا اور اُن کے سپرد کر دیا ، یہ اِس بات کی علامت تھی کہ آپ نے صفوان کو اَمان دے دی ، عمیر عمامہ لیے ہوئے سیدھے صفوان کے پاس پہنچے اور اُن سے کہا میرے ماں باپ تجھ پر وارے جائیں ، میں تمہارے

پاس دُنیا کے افضل ترین سب سے زیادہ با اَخلاق سب سے زیادہ بردبار سب سے بہتر شخص کے پاس سے آرہا ہوں، وہ تمہارے چچازاد ہیں اُن کی عزت تمہاری عزت ہوگی، اُن کا شرف تمہارا شرف ہوگا اور اُن کی سلطنت تمہاری سلطنت ہوگی۔ صفوان نے اُن کی بات سن کر کہا نہیں مجھے اپنی جان کا اَندیشہ ہے تو عمیر نے اُن سے کہا نہیں تمہیں کوئی خطرہ نہیں، تم اُن کی بردباری اور شرافتِ نفس کا اَندازہ بھی نہیں لگا سکتے اُنہوں نے تمہیں اَمان بھی دی ہے اور اِس کی علامت بھی میرے پاس بھجوائی ہے اور پھر اُنہوں نے صفوان کو نبی پاک ﷺ کا عمامہ دکھلایا، تب جا کر صفوان کو یقین آیا مگر اب بھی کچھ نہ کچھ خلش باقی تھی چنانچہ نبی پاک ﷺ کی خدمت میں پہنچنے کے بعد صفوان نے آپ سے پوچھا کہ عمیر یہ کہہ رہے ہیں کہ آپ نے مجھے اَمان دے دی ہے تو آپ نے جواب دیا کہ اُس کی بات درست ہے پھر اُنہوں نے کہا کہ ''آپ مجھے (مذہب کے سلسلے میں غور کرنے کے لیے) دو مہینے کی مہلت دیں گے ؟'' تو آپ نے اِرشاد فرمایا دو نہیں، ہم تمہیں چار مہینوں کی مہلت دیتے ہیں بالآخر صفوان نے بھی اِسلام قبول کر لیا اور صحابہ کی مقدس جماعت میں بھی شامل ہو گئے۔

اِن سارے واقعات کے پسِ منظر سے واقفیت کے بعد بھی کوئی شخص اگر یہ کہتا ہے کہ اِسلام تلوار کے زور سے پھیلا تو یہ اُس کے دماغ کا فتور ہے اور کچھ بھی نہیں۔ جو لوگ بھی اِسلام کے خلاف اِس قسم کا پروپیگنڈہ کرتے ہیں، خود وہ بھی اِس بات کو تسلیم کریں گے کہ اگر کسی آدمی سے کوئی بات زبردستی منوالی جائے تو موقع ملتے ہی وہ شخص اُس کا اِنکار کرنے لگتا ہے اور جب بھی اُسے طاقت وقوت حاصل ہوتی ہے، وہ فریقِ مقابل پر چڑھ دوڑتا ہے، مگر ہمیں اِسلامی تاریخ بتاتی ہے کہ جب نبی پاک کی رحلت ہوگئی تو بہت معمولی اور غیر معتد بہ جماعت کے علاوہ اکثر مسلمان اُسی مذہب پر قائم رہے جس پر محمد ﷺ اُنہیں چھوڑ گئے تھے، یہی نہیں وہ سب کے سب اپنے نبی کی چھوڑی ہوئی تحریک کو لے کر آگے بڑھے اور اُن کے نبی نے اپنے آخری سفرِ حج میں اُنہیں جس اَمانت کی اَدائیگی پر مقرر کیا تھا اُسے بخوبی اور پوری دیانتداری کے ساتھ اُس کے حق داروں تک پہنچایا، اِس راہ میں اُنہیں مخالفین سے لڑنے اور جنگ کرنے کی نوبت آئی تو اُس سے بھی پیچھے نہ ہٹے اور بالآخر نبی کی وفات پر ایک صدی

سے بھی کم عرصہ گزرا تھا کہ اُنہوں نے اِسلام کو دُنیا بھر کے بیشتر خطوں تک پہنچا دیا، اِس مہم میں پیش آنے والی معرکہ آرائیوں میں اُن عربوں نے جس دیدہ وری اور جان وتن سے بے پروائی کا مظاہرہ کیا اُسے دیکھتے ہوئے صاف پتہ چلتا ہے کہ محمد ﷺ نے اپنے دین پر کسی کو بھی زبردستی اِیمان لانے پر مجبور نہیں کیا تھا بلکہ اُنہوں نے اِنتہائی خوش دلی، اِطمینانِ قلب اور برضا ورغبت اِسلام قبول کیا تھا اور یہی وجہ تھی کہ اُنہوں نے اِس دین کے تحفظ کی خاطر آپ کی زندگی میں بڑی سے بڑی قربانیاں ہنستے کھیلتے دیں اور آپ کی وفات کے بعد بھی دُنیا کے کسی بھی کافر ومشرک اور وقت کے ظالم وجابر بادشاہ کا سرِ پُرغرور اُن کے اِیمانی جلال اور طاقت وقوت کے سامنے بلند ہونے کی جرأت نہ کر سکا۔

پھر بعد کے زمانوں میں جب اپنی سیہ کاریوں اور عملی زوال کی وجہ سے مسلمانوں کی سیاسی برتری جاتی رہی اور دُنیا بھر سے اُن کی حکومت وسیادت چھین کر قدرت نے غیروں کے ہاتھوں میں تھما دی، تاتاریوں نے مسلمانوں کو تہہ وبالا کیا، صلیبیوں نے مکروسازش اور ظلم وجور کے کھیل کھیلے اور اب گزشتہ صدی سے سامراجیت دُنیا پر اپنا نقشہ جمائے اور مسلمانوں اور اِسلام کے خلاف مصروفِ تدبیر ومنصوبہ بند ہے اور مجموعی طور پر مسلمانوں کی کوئی ظاہری طاقت وقوت نہیں، نام نہاد اِسلامی مملکتوں میں اِنتشار وخلفشار ہے، مسلم قیادت جاں بلب ہے، مسلمانوں کے علمی وسائنسی سوتے تقریبًا خشک ہو چکے ہیں، عالمی معیشت سامراجی نظام کے علم برداروں کے ہاتھ میں ہے، عالمی سیاست کی گاڑی اُن ہی کی بنائی ہوئی پٹری پر چل رہی ہے، دُنیا بھر کو قرض فراہم کرنے والا عالمی بینک اُن کے پاس ہے، تہذیب وثقافت اور ترقی وعروج کے ہزار وسائل، نعرے، منزلیں اور سنگ ہائے میل خوش قسمتی سے اُن کی پابوسی کر رہے ہیں مگر اِس سب کے باوجود کوئی بتائے کہ کیا دُنیا بھر کی مسلمان نسل اپنے دین کو چھوڑ کر دُوسرے مذہب کی طرف رُخ کر رہی ہے، جبکہ دُنیا بھر کے ملکوں میں اِسلام کا مطالعہ کرنے والوں، اُس کے حقائق تک رسائی حاصل کرنے والوں اور اُس کی خوبیوں سے متاثر ہو کر اُس کے دامن میں پناہ لینے والوں کی تعداد میں لگاتار اور روز اَفزوں اِضافہ ہو رہا ہے مگر کہیں سے ایک بھی ایسی خبر نہیں کہ مسلمان اپنے دین سے بیزار ہو کر یا کسی دُوسرے دین اور مذہب کی خوبی سے متاثر ہو کر اُس کی جانب

مائل ہوگئے ہوں۔ یہ اِس بات کی علامت ہے کہ اُن کے آباواَجداد نے بھی دل کی گہرائی اور رُوح کے اِطمینان کے ساتھ اِیمان کو قبول کیا تھا اور وہ بھی اپنے اندر پائی جانے والی ہزار خامیوں کے باوجود اِس مذہب کی صحت وصداقت کو دل وجان سے مانتے اور اُس پر یقین رکھتے ہیں۔

فی الوقت عالمی سطح کے تمام سرکاری وغیر سرکاری سروے کی رپورٹوں سے یہ پتا چل رہا ہے کہ دُنیا بھر میں اور خصوصًا اُن ملکوں میں جہاں اِسلام مخالف تحریکوں کو ہوا دی جاتی ہے بلکہ جہاں سے ایسی تحریکوں کے بدبودار چشمے اُبلتے ہیں اُن ملکوں میں مسلمانوں کی تعداد لگا تار بڑھ رہی ہے، مغربی معاشرہ اور وہاں کے اُصول واقدار نے لوگوں کو اِس قدر پریشان اور بے چین کر رکھا ہے کہ وہ اِسلام کے خلاف ہزار بہتان طرازیوں کے باوجود اُس کی سچائیوں کا پوری غیر جانبداری کے ساتھ مطالعہ کرتے اور پھر اُس کے دامن سے وابستہ ہوجاتے ہیں، ظاہر ہے کہ اِن خطوں کے ایسے لوگوں کو تو کوئی بھی مسلم داعی یا مبلغ یا حکومت اِسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کر رہی۔

پھر آج دُنیا کے جو مما لک سب سے زیادہ مسلم آبادی والے شمار کیے جاتے ہیں اُن کی تاریخ تو یہ بتاتی ہے کہ وہاں کبھی مسلمانوں نے فوج کشی نہیں کی، اُن مقامات پر اِسلام کی اِشاعت کا ذریعہ مسلم تاجروں، علماء کے اَخلاق و عادات اور اِسلام کی شفاف تعلیمات رہی ہیں مثلاً اِنڈونیشیا، چین، اَفریقہ کے متعدد مما لک، یورپی مما لک اور اَمریکہ میں جو مسلمانوں کی تعداد لگا تار بڑھ رہی ہے تو کیا اِن لوگوں کو تلوار کے زور پر اِسلام قبول کرنے کے لیے مجبور کیا جا رہا ہے ؟ اِسلام پر اِنتہا پسندی وتشدد کا اِلزام لگانے والوں کو مغرب کے اُن نومسلموں سے تحقیق کرنی چاہیے اور پوچھنا چاہیے کہ اُنہوں نے اپنے سابق مذہب سے توبہ کرکے اِسلام کو کیوں اپنالیا؟ تب اُنہیں یقینًا اصل حقیقت کا پتا لگ جائے گا۔

اِن تمام خطوں میں اِسلام اپنی سماحت، اِعتدال پسندی، اپنے فطری اور اِنسانی ذہن وفکر کو اپیل کرنے والے اصول کی وجہ سے پھیلا ہے اور پھیل رہا ہے، ہمیں روزانہ اِسلام کے دائرے میں آنے والوں کی خبریں مِل رہی ہیں پھر جو لوگ دائرہ اِسلام میں داخل ہو رہے ہیں وہ کبھی اِس سے بیزاری یا دست برداری کا تصور بھی نہیں کرتے، حالانکہ عصرِ حاضر کے پشتینی مسلمان تبلیغِ دین اور

اِشاعتِ اِسلام کے اپنے فریضے کو اَدا کرنے میں اُس دلچسپی اور سنجیدگی کا مظاہرہ بھی نہیں کر رہے جو اُن سے اِسلام چاہتا ہے اور جس کی نبی پاک علیہ السلام نے اپنے آخری دور میں اُنہیں تلقین کی تھی ،جس قدر اہمیت اور سرگرمی کے ساتھ عیسائی مشنریز اپنے نظریات و خیالات وعقائد کی تبلیغ و اِشاعت میں جدوجہد صَرف کر رہی ہیں ،اگر مسلمان اُس کا عشرِ عشیر بھی کریں تو سال بہ سال اِسلام لانے والوں کی تعداد نہ معلوم کس برق رفتاری اور کثرت کے ساتھ بڑھنے لگے۔

اِسلام اور اُس کی اِشاعت کے حوالے سے یہ وہ حقائق ہیں جنہیں کوئی بھی غیر جانبدار اِنسان تسلیم کیے بغیر نہیں رہ سکتا ،اگر اِن کے باوجود دُشمنانِ اِسلام جھوٹے پروپیگنڈوں میں مصروف ہیں اور وہ دُنیا میں اِسلام کی شبیہ کو بگاڑنے اور پیغمبرِ اِسلام اور قرآن کی تعلیمات میں تحریف کر کے دُنیا کو گمراہ کرنے کا بیڑہ اُٹھائے ہوئے ہیں تو ایسے لوگوں کے بارے میں تو ہم وہی کہیں گے جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی لاثانی معجزاتی کتاب قرآنِ کریم میں فرمایا ہے :

﴿ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ﴾ (سُورۃ الکھف : ۵ )

'' کیا بڑی بات نکلتی ہے اُن کے منہ سے ،سب جھوٹ ہے جو کہتے ہیں ''

(ماخوذ اَز : ماہنامہ دارُالعلوم دیوبند دسمبر ۲۰۱۴ء)

بقیہ : قرآن کے پیارے قصے

اُس نے اپنے لشکر کی صف بندی کی ،سب سے آگے ہاتھی سواروں کو رکھا جیسے ہی وہ کعبہ کے قریب پہنچے تو اُن پر پرندوں کے غول اپنی چونچوں میں آگ کے اَنگاروں جیسی دہکتی ہوئی کنکریاں لے کر نمودار ہوئے اور اُن پر وہ کنکریاں برسانے لگے ،اِن کنکریوں نے اُن کے سر پھوڑ دیے اُن کے جسم ریزہ ریزہ کر دیے ،جلد ہی وہ کٹی پھٹی لاشوں میں تبدیل ہو گئے ۔اَبرہہ کو بھی کنکریاں لگیں اور وہ اپنے لشکر کو چھوڑ کر یمن بھاگ گیا اور وہیں زخموں کی تاب نہ لا کر اِنتقال کر گیا۔

اِس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر '' کعبہ '' کی سرکشوں کی سرکشی سے حفاظت فرمائی۔

# گلدستۂ اَحادیث

﴿ حضرت مولانا نعیم الدین صاحب، اُستاذ الحدیث جامعہ مدنیہ لاہور ﴾

حضور ﷺ ہر مہینہ تین روزے رکھا کرتے تھے :

عَنْ مُّعَاذَةَ الْعَدَوِيَّةِ اَنَّهَا سَأَلَتْ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ اَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَصُوْمُ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ قَالَتْ نَعَمْ فَقُلْتُ لَهَا مِنْ اَيِّ اَيَّامِ الشَّهْرِ كَانَ يَصُوْمُ قَالَتْ لَمْ يَكُنْ يُبَالِيْ مِنْ اَيِّ اَيَّامِ الشَّهْرِ يَصُوْمُ.[۱]

''حضرت معاذہ عدویہؒ سے روایت ہے کہ اُنہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسولِ اکرم ﷺ ہر مہینہ میں تین دن (نفل) روزے رکھا کرتے تھے ؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں۔ (معاذہؒ کہتی ہیں) میں نے عرض کیا کہ آپ مہینہ کے کون سے دنوں میں روزے رکھتے تھے ؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا آپ مہینہ کے کسی خاص دن روزہ رکھنے کا اہتمام نہیں کرتے تھے جن دنوں میں بھی موقع ہوتا روزہ رکھ لیا کرتے تھے۔''

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَاعَبْدَ اللّٰهِ اَلَمْ اُخْبَرْ اَنَّكَ تَصُوْمُ النَّهَارَ وَتَقُوْمُ اللَّيْلَ فَقُلْتُ بَلٰى يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَلَا تَفْعَلْ صُمْ وَاَفْطِرْ وَقُمْ وَنَمْ فَاِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَاِنَّ لِعَيْنِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَاِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَاِنَّ لِزَوْرِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، لَا صَامَ مَنْ صَامَ الدَّهْرَ، صَوْمُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ صَوْمُ الدَّهْرِ كُلِّهٖ ، صُمْ كُلَّ شَهْرٍ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ وَاقْرَاِ الْقُرْاٰنَ فِيْ كُلِّ شَهْرٍ قُلْتُ اِنِّيْ اُطِيْقُ اَكْثَرَ مِنْ ذَالِكَ قَالَ صُمْ اَفْضَلَ الصَّوْمِ صَوْمَ دَاوٗدَ صِيَامُ يَوْمٍ وَاِفْطَارُ يَوْمٍ وَاقْرَاْ فِيْ كُلِّ سَبْعِ لَيَالٍ مَّرَّةً وَلَا تَزِدْ عَلٰى ذَالِكَ.[۲]

---

[۱] مسلم ج۱ ص ۳۶۷، مشکوۃ ص ۱۷۹ [۲] بخاری شریف ج۱ ص ۲۶۵، مسلم شریف ج۱ ص ۳۶۷، مشکوۃ ص ۱۷۹

''حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا کیا مجھے یہ خبر نہیں دی گئی کہ تم روزانہ دن میں روزہ رکھتے ہو اور رات میں طاعت و عبادت میں مصروف رہتے ہو، میں نے عرض کیا کہ جی ہاں یارسول اللہ ﷺ ایسا ہی ہے، آپ نے فرمایا ایسا نہ کرو (بلکہ) روزہ بھی رکھو اور بغیر روزہ کے بھی رہو، رات میں عبادت بھی کرو اور سویا بھی کرو کیونکہ تمہارے بدن کا بھی تم پر حق ہے، تمہاری آنکھوں کا بھی تم پر حق ہے، تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے اور تمہارے مہمان کا بھی تم پر حق ہے، جس شخص نے ہمیشہ روزہ رکھا (جسے صوم الدھر کہتے ہیں) اُس نے (گویا) روزہ نہیں رکھا، اَلبتہ ہر مہینے میں تین دن کے روزے ہمیشہ کے روزے کے برابر ہیں لہٰذا ہر مہینے میں تین دن روزے رکھ لیا کرو اور اِسی طرح ہر مہینہ میں قرآن پڑھا کرو (یعنی ایک مہینہ میں ایک قرآن ختم کرلیا کرو) میں نے عرض کیا کہ میں اِس سے زیادہ کی ہمت رکھتا ہوں، آپ نے فرمایا (تو پھر) بہترین روزہ جو جناب داؤد (علیہ السلام) کا روزہ ہے وہ رکھ لیا کرو (جس کا طریقہ یہ ہے کہ) ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن روزہ کا ناغہ کرو اور سات راتوں میں ایک قرآن ختم کیا کرو اور اِس میں اِضافہ نہ کرو۔''

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا اَبَاذَرٍّ اِذَا صُمْتَ مِنَ الشَّھْرِ ثَلَاثَۃَ اَیَّامٍ فَصُمْ ثَلٰثَ عَشَرَۃَ وَاَرْبَعَ عَشَرَۃَ وَخَمْسَ عَشَرَۃَ ۔[۱]

''حضرت اَبوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا اَبوذر! اگر تم مہینہ میں تین دن روزہ رکھنا چاہو تو (چاند کی) تیرہویں چودھویں اور پندرہویں تاریخ کو روزہ رکھا کرو۔''

---

[۱] ترمذی ج ۱ ص۱۵۹ باب ما جاء فی صوم ثلٰثة ایام من کل شهر، نسائی ج۱ ص ۲۵۷ باب صوم ثلٰثة ایام من الشهر، مشکٰوة ص۱۸۰

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَصُوْمُ مِنْ غُرَّةِ كُلِّ شَهْرٍ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ وَقَلَّمَا كَانَ يُفْطِرُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ.

(ترمذی ج ۱ ص ۱۵۷ ، نسائی ج ۱ ص ۲۵۱ ، مشکوۃ شریف ص ۱۸۰)

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ کبھی کبھی مہینہ کے شروع کے تین دنوں میں بھی روزہ رکھ لیا کرتے تھے اور ایسا کم ہی ہوتا تھا کہ آپ جمعہ کے دن روزہ نہ رکھتے ہوں۔''

عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُنِىْ اَنْ اَصُوْمَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ اَوَّلُهَا الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسَ وَالْخَمِيْس.

(اَبو داوٗد ج ۱ ص ۳۳۲ ، نسائی ج ۱ ص ۲۵۶ ، مشکوۃ ص ۱۸۰)

''حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ مجھے حکم دیا کرتے تھے کہ میں ہر مہینہ میں تین دن روزہ رکھا کروں جن میں سے پہلا روزہ پیر کا رکھوں پھر جمعرات اور جمعرات کا روزہ رکھوں۔''

ف : مندرجہ بالا اَحادیثِ مبارکہ سے ثابت ہورہا ہے کہ ہر مہینہ تین نفلی روزے رکھنے چاہئیں جنابِ رسول اللہ ﷺ خود بھی ہر مہینے تین روزے رکھتے تھے اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی رکھنے کی ترغیب دیا کرتے تھے، اِن ہی اَحادیثِ مبارکہ سے یہ بات بھی ثابت ہورہی ہے کہ یہ روزے مہینہ کے کسی بھی تین دن میں رکھے جاسکتے ہیں چاہے مہینے کے شروع میں رکھ لیں چاہے درمیان میں رکھ لیں چاہے اَخیر میں رکھ لیں، اور ایسی صورت میں اگر روزوں کی اِبتداء پیر یا جمعرات سے کرلیں تو اچھا ہے، تاہم چونکہ جنابِ نبی کریم ﷺ نے حضرت اَبوذر رضی اللہ عنہ کو چاند کی تیرہ چودہ پندرہ تاریخ کو روزہ رکھنے کا حکم دیا تھا (جنہیں اَیامِ بیض کہتے ہیں) اور آپ کا اَپنا معمول بھی اکثر اِن ہی اَیام میں روزہ رکھنے کا تھا چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ سفر و حضر میں کبھی بھی اَیامِ بیض کے روزوں کا ناغہ نہیں فرماتے تھے اِس لیے اگر اِن اَیام میں روزہ رکھنے کا معمول بنالیا جائے تو بہت ہی بہتر ہے۔

نبی اَکرم ﷺ روزانہ سوتے وقت تینوں قل پڑھ کردم کیا کرتے تھے :

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا اَوٰی اِلٰی فِرَاشِہٖ کُلَّ لَیْلَۃٍ جَمَعَ کَفَّیْہِ ثُمَّ نَفَثَ فِیْھَا فَقَرَأَ فِیْھِمَا قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ وَ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ثُمَّ یَمْسَحُ بِھِمَا مَا اسْتَطَاعَ مِنْ جَسَدِہٖ یَبْدَأُ بِھِمَا عَلٰی رَأْسِہٖ وَوَجْھِہٖ وَمَا اَقْبَلَ مِنْ جَسَدِہٖ یَفْعَلُ ذَالِکَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ.

( بخاری ج۲ ص۷۵۰ باب فضل المعوذات ، مشکوۃ ص۱۸۶)

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ روزانہ رات کو جب بستر پر تشریف لاتے تو اپنے دونوں ہاتھ مِلا لیتے اور قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھ کراُن پر دم کرتے پھر اپنے دونوں ہاتھ اپنے جسم مبارک پر جہاں تک ہوسکتا پھیر لیتے، پہلے آپ اپنے دونوں ہاتھ سر، منہ اور بدن کے اَگلے حصہ پر پھیرتے (اِس کے بعد بدن کے دُوسرے حصوں پر پھیرتے ) آپ یہ عمل تین دفعہ کرتے تھے۔''

ف : اَحادیثِ مبارکہ میں سوتے وقت کے بہت سے آداب اور بہت سی دُعائیں ذکر کی گئی ہیں جو ''حصن حصین'' میں تفصیل سے مذکور ہیں۔ بہت سی اَحادیث میں سوتے وقت اِستغفار کی فضیلت ذکر کی گئی ہے، مذکورہ بالا حدیث میں تینوں قُلْ پڑھ کردم کرنے کا ذکر ہے۔ایک حدیثِ پاک میں ﴿قُلْ یٰاَیُّھَا الْکَافِرُوْنَ﴾ پڑھنے کا ذکر بھی آیا ہے چنانچہ حضرت فروہ بن نوفلؓ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ اُنہوں نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ مجھے کوئی ایسی چیز (یعنی کوئی آیت یا سورۃ) سکھلا دیجیے جسے میں بستر پر جا کر پڑھ لیا کروں آپ نے فرمایا ﴿قُلْ یٰاَیُّھَا الْکَافِرُوْنَ﴾ پڑھ لیا کرو کیونکہ یہ سورت شرک سے براءت پر (مشتمل) ہے۔[۱] ۞ ۞ ۞

---

[۱] ترمذی ج۲ ص۱۷۷ باب ماجاء فی من یقرأ من القراٰن عند المنام ، اَبوداؤد ج۲ ص ۳۳۳ باب مایقول عندالنوم ، دارمی ج۲ص۵۵۱ ، مشکوۃ ص۱۸۸

# اَخبار الجامعہ

﴿ جامعہ مدنیہ جدید محمد آباد رائیونڈ روڈ لاہور ﴾

۲۳ر فروری کو شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب بھائی جنید صاحب کی دعوت پر نکاح اور درسِ قرآن کے لیے خوشاب روانہ ہوئے، مغرب کے قریب خوشاب پہنچ کر جامعہ تعلیم الاسلام میں مغرب کی نماز اَدا کی، نماز کے بعد دو حضرات کا نکاح پڑھایا عشاء کا کھانا تناول فرمایا بعد نمازِ عشاء مسجد عالم پناہ میں درسِ قرآن دیا اُس کے بعد لوگوں کو بیعت فرمایا رات کا قیام جامعہ تعلیم الاسلام میں کیا۔

۲۴ر فروری کو ناشتہ کے بعد حضرت مولانا عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تعزیت کے لیے بھکر روانہ ہوئے، راستے میں جامعہ کے فاضل مولانا عثمان صاحب کے اِصرار پر تھوڑی دیر کے لیے پنج گرائیں میں واقع اُن کی دُکان پر تشریف لے گئے اور دُعا فرمائی، تقریبًا دو پہر ایک بجے مدرسہ جامعہ قادریہ رحیم آباد بھکر پہنچ گئے مولانا صفی اللہ صاحب مدظلہم سے اُن کے والد صاحب کی تعزیت کی ظہر کی نماز اَدا کرنے کے بعد مولانا صفی اللہ صاحب سے اِجازت لی، حاجی غلام مصطفیٰ صاحب کے گھر پہنچ کر دو پہر کا کھانا تناول فرمایا اور تھوڑی دیر قیلولہ کیا بعد اَزاں جامعہ کے فاضلِ قدیم حضرت مولانا قاضی حبیب اللہ صاحبؒ کی تعزیت کے لیے ٹانک روانہ ہوئے، مغرب کے قریب ٹانک پہنچ کر حضرت نے قاضی صاحبؒ کے صاحبزادوں سے تعزیت کی اَلحاج حکیم عطاء اللہ صاحب کے اِصرار پر اُن کے گھر تشریف لے گئے۔احقر اِنعام اللہ کے چچازاد بھائی اَیڈووکیٹ خیر محمد صاحب، ٹانک کے علماء اور جمعیۃ کے اہم رہنما حضرت کی ٹانک آمد پر حکیم عطاء اللہ صاحب کے گھر پہنچ گئے، سب حضرات سے مختلف اُمور پر گفتگو ہوئی رات دس بجے بنوں کے لیے روانہ ہوئے اور بارہ بجے فاضلِ جامعہ مولانا عبدالجبار صاحب کے گھر پہنچ گئے اور رات کا قیام فرمایا۔

۲۵ر فروری ناشتے کے بعد نزدیک ہی مدرسے میں حضرت کا درس قرآن ہوا اُس کے بعد

قاری محبّ اللہ صاحب کی خواہش پر اُن کے مدرسے میں تھوڑی دیر کے لیے تشریف لے گئے، مدرسے کی تعمیر وترقی کے لیے دُعا فرمائی۔ بعد اَزاں مولانا نثار علی صاحب کے مدرسے جنت العلوم میں مختصر بیان فرمایا یہاں کے طلباء اور علماء سے اِجازت لی اور پشاور کے لیے روانہ ہوئے ، دوپہر تین بجے حیات آباد بھائی خالد خان صاحب کے گھر پہنچ کر دوپہر کا کھانا تناول فرمایا اور رات کا قیام فرمایا۔

۲۶ر فروری کو فاضل دیوبند حضرت مولانا قاضی فضل منان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تعزیت کے لیے عمرزئی چارسدہ روانہ ہوئے ، راستے میں شبقدر تھوڑی دیر کے لیے قیام فرمایا اور طالب علم صالح کا نکاح پڑھایا، عصر کے قریب حضرت قاضی صاحبؒ کے گھر پہنچ گئے لیکن گھر میں اُن کے بیٹے موجود نہیں تھے اُن سے فون پر تعزیت کی اور رات کا قیام سخاکوٹ میں فرمایا۔

۲۷ر فروری کو حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تعزیت کے لیے اَکوڑہ خٹک روانہ ہوئے ، دوپہر ایک بجے جامعہ حقانیہ اَکوڑہ خٹک پہنچ گئے وہاں پر حضرت کا پُرتپاک اِستقبال ہوا اور شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہم کی خواہش پر دورۂ حدیث کے طلباء میں بیان فرمایا، بعد نمازِ ظہر حضرت نے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہم سے حضرت شیخ کی تعزیت کی اور اِجازت چاہی اور وہاں سے دوروزہ ختمِ نبوت کورس میں شرکت کے لیے راولپنڈی روانہ ہوئے ، دورانِ سفر اپنے اُستاذِ محترم حضرت مولانا ظہور الحق صاحب مدظلہم العالی کی خدمت میں حاضری کے لیے دامان تشریف لے گئے ، اپنے اُستاذِ محترم سے ملاقات کی اور دُعائیں لے کر راولپنڈی کے لیے روانہ ہوئے رات نو بجے جامع مسجد سیّدنا حسنؓ پہنچ کر ختم نبوت کے موضوع پر بیان فرمایا اور رات گیارہ بجے لاہور کے لیے روانہ ہوئے رات گئے تقریبًا تین بجے بخیروعافیت جامعہ واپس تشریف لے آئے ، والحمدللہ۔

۳ر مارچ کو شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب ، مولانا اَنیس شاہ صاحب کی دعوت پر دوروزہ ختمِ نبوت کورس میں شرکت کے لیے مرغزار کالونی تشریف لے گئے۔

۵ر مارچ کو شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب ، بھائی سرور صاحب کی دعوت پر اُن کی ہمشیرہ کا نکاح پڑھانے کے لیے نارووال تشریف لے گئے۔

٩/ مارچ کو شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم کی طرف سے اُن کے صاحبزادے مولانا حامد الحق صاحب اور اُن کے ہم سفر مولانا یوسف شاہ صاحب جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے اور حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب کو١٣/ مارچ کو لاہور میں منعقد ہونے والے آل پارٹیز علماء کنونشن میں شرکت کا دعوت نامہ پیش فرمایا حضرت نے دعوت نامہ پر شکریہ اَدا کرتے ہوئے بتلایا کہ جامعہ مدنیہ قدیم میں اِن ہی دنوں جمعیت علماء اِسلام کی مجلسِ عمومی کا تین روزہ اِجلاس منعقد ہورہا ہے اِضافی مصروفیات اور مہمانوں کی کثرت ہوگی لہٰذا معذرت خواہ ہوں۔

١٢/ مارچ کو حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب، طالب علم یاسر صاحب کی دعوت پر مدرسہ حبیب بن عدی رائیونڈ تشریف لے گئے اور موجودہ دور میں مدرسوں کی اہمیت پر تفصیلی بیان فرمایا۔

١٤/ مارچ کو جمعیت علماء اِسلام کے اَمیر حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب دامت برکاتہم جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے اور حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب کی رہائش گاہ پر رونق اَفروز ہوئے، مختصر قیام میں چائے نوش فرما کر تشریف لے گئے۔

## جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور

(١) مسجد حامد کی تکمیل

(٢) طلباء کے لیے دارُالاقامہ (ہوسٹل) اور دَرسگاہیں

(٣) کتب خانہ اور کتابیں

(٤) پانی کی ٹنکی

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اَجر ہے۔ (ادارہ)

# جامعہ مدنیہ جدید و مسجد حامد

# کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیجیے

بانیٔ جامعہ حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ نے جامعہ مدنیہ کی وسیع پیمانے پر ترقی کے لیے محمد آباد موضع پاجیاں (رائیونڈ روڈ لاہور نزد چوک تبلیغی جلسہ گاہ) پر برلب ِسڑک جامعہ اور خانقاہ کے لیے تقریباً چوبیس ایکڑ رقبہ ۱۹۸۱ء میں خرید کیا تھا۔ جہاں الحمد للہ تعلیم اور تعمیر دونوں کام بڑے پیمانہ پر جاری ہیں۔ جامعہ اَور مسجد کی تکمیل محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کی طرف سے توفیق عطاء کیے گئے اہلِ خیر حضرات کی دُعاؤں اور تعاون سے ہوگی۔ اِس مبارک کام میں آپ خود بھی خرچ کیجیے اَور اپنے عزیز و اَقارب کو بھی ترغیب دیجیے۔ ایک اَندازے کے مطابق مسجد میں ایک نمازی کی جگہ پر دس ہزار روپے لاگت آئے گی، حسبِ استطاعت زیادہ سے زیادہ نمازیوں کی جگہ بنوا کر صدقۂ جاریہ کا سامان فرمائیں۔

منجانب

سیّد محمود میاں مہتمم جامعہ مدنیہ جدید و اَراکین اَور خدام خانقاہِ حامدیہ

خطوط، عطیات اور چیک بھیجنے کے پتے

سیّد محمود میاں ''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور

فون نمبر : 35330310 - 42 - 92+ فیکس نمبر 35330311 - 42 - 92+

فون نمبر : 37726702 - 42 - 92+ فیکس نمبر 37703662 - 42 - 92+

موبائل نمبر 4249301 - 333 - 92+

جامعہ مدنیہ جدید کا اَکاؤنٹ نمبر (0-7915-100-020-0954)MCB کریم پارک برانچ لاہور

مسجد حامد کا اَکاؤنٹ نمبر (1-1046-100-040-0954)MCB کریم پارک برانچ لاہور